حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

# الجماعۃ

مئی-جون ۲۰۲۶ء

## قربانی

## کا عظیم مقصد

قربانی میں ایک پہلو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالی کا قرب اور اس کی رضا کے حصول کے لئے اخلاص کے ساتھ کوئی عمل کرتا ہے۔اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ کسی عظیم مقصد (اللہ کی رضا اور بندگی) کے لئے وہ اپنی کسی محبوب چیز کو اللہ کے حکم سے اس کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے، اس بات کو سمجھنے کے لئے قربانی کی وہ تاریخ ذہن میں تازہ کرنا چاہئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری پھیر دی تھی، طاعت وخود سپردگی اور تسلیم ورضا کی اس سے بڑی مثال کیا ہو سکتی ہے؟

از: ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری

(محدث بنارس، مارچ ۲۰۰۱ ص ۴)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یداللہ علی الجماعۃ

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

مجلّہ

# الجماعۃ

خصوصی شمارہ

ذوالقعدہ-ذوالحجہ ۱۴۴۷ھ ● مئی-جون ۲۰۲۶ء




پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو۔ ایل.بی.ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

# نگارشات



مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

# حجِّ مبرور اور تقویٰ

● شیخ رفیع اللہ سلفی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

آیتِ کریمہ: ﴿ٱلۡحَجُّ أَشۡهُرٞ مَّعۡلُومَٰتٞۚ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ ٱلۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي ٱلۡحَجِّۗ وَمَا تَفۡعَلُواْ مِنۡ خَيۡرٖ يَعۡلَمۡهُ ٱللَّهُۗ وَتَزَوَّدُواْ فَإِنَّ خَيۡرَ ٱلزَّادِ ٱلتَّقۡوَىٰۖ وَٱتَّقُونِ يَٰٓأُوْلِي ٱلۡأَلۡبَٰبِ﴾ [البقرۃ:۱۹۷]

''حج کے مہینے مقرر ہیں، پس جو شخص ان میں حج لازم کرلے تو نہ کوئی بے حیائی کی بات کرے، نہ گناہ کرے اور نہ جھگڑا کرے، اور تم جو نیکی بھی کروگے اللہ اسے جانتا ہے، اور زادِ راہ لے لو، بے شک بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے، اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرو''۔

یہ آیت حج کے بنیادی آداب اور اس کے اصل مقصد کو بیان کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ حج صرف چند اعمال کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل تربیتی عبادت ہے جس کا اصل ہدف تقویٰ کا حصول ہے۔

**فوائد آیت کریمہ:**

یہ آیت کریمہ مندرجہ ذیل اہم امور کی جانب توجہ دلاتی ہے:

**(1) حج کے مہینے:**

حج کے مہینے شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے پہلے دس دن ہیں. مطلب یہ ہے کہ عمرہ تو سال میں ہر وقت جائز ہے لیکن حج صرف مخصوص دنوں میں ہی ہوتا ہے اس لئے اس کا احرام حج کے مہینوں کے علاوہ باندھنا جائز نہیں، اسلام میں اس عبادت کی ایک مقررہ ترتیب اور نظام ہے۔ [تفسیر ابن کثیر:2/197]

**(2) حج سے متعلق) تین بڑی ممانعتیں:**

**أ۔ رفث (فحش کلامی):** حج کے دوران ہر قسم کی بے حیائی اور شہوانی گفتگو سے بچنا ضروری ہے۔

**ب۔ فسوق (گناہ):** ہر قسم کی نافرمانی اور گناہ سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

**ج۔ جدال (جھگڑا):** حج کے دوران لڑائی جھگڑا، بحث وتکرار اور سخت کلامی سے بچنا لازم ہے۔

یہ تینوں چیزیں حج کی روح کو متاثر کرتی ہیں۔ [تفسیر قرطبی: 2/408]

**(3) نیکیوں کی قدر:**

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم جو بھی نیکی کروگے، وہ اللہ کے علم میں ہے۔

یہ حاجی کو اخلاص اور حسنِ عمل کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

**(4) حجِ مبرور کی حقیقت:**

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **"الحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة"** ''حجِ مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔'' [صحیح بخاری:1773،صحیح مسلم:1349]

**حجِ مبرور کی علامات:**

● اخلاص کے ساتھ کیا جائے: ﴿وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ﴾ [البینۃ:۵]

''انہیں حکم نہیں دیا گیا مگر یہ کہ خالص اللہ کی عبادت کریں''۔

● سنت کے مطابق ہو: "خذوا عني مناسككم" [صحیح مسلم:1297] ''مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو''۔

● گناہوں سے پاک ہو: ﴿فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ [البقرۃ:۱۹۷]

''حج میں گناہ، بے حیائی اور جھگڑا ممنوع ہے''۔

● گناہوں سے بچنے کی تاکید:

﴿فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ﴾ ''نہ کوئی بے حیائی کی بات کرے، نہ گناہ کرے اور نہ جھگڑا کرے''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من حج فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه". ''جس نے حج کیا اور نہ بے حیائی کی اور نہ گناہ کیا، وہ ایسے لوٹتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا ہو''۔[صحیح بخاری:1521،صحیح مسلم:1350]

یہ حدیث آیت کی عملی تفسیر ہے۔

**(5) بہترین زادِ راہ: تقویٰ:**

آیت کا مرکزی پیغام یہ ہے کہ: ''بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے'' یعنی حج کا اصل مقصد ظاہری سامان نہیں بلکہ دل کا تقویٰ ہے۔[تفسیر طبری:4/133]

**تقویٰ کا عملی مفہوم:**

تقویٰ صرف ایک لفظ نہیں بلکہ ایک مکمل طرزِ زندگی ہے:

اللہ سے ڈرنا، اس کے احکام کی پابندی کرنا، گناہوں سے بچنا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ:" كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ وَيَقُولُونَ: نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ، فَإِذَا قَدِمُوا مَكَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ﴾ [البقرۃ:۱۹۷] عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یمن کے لوگ راستہ کا خرچ ساتھ لائے بغیر حج کیلئے آجاتے تھے۔ کہتے تو یہ تھے کہ ہم توکل کرتے ہیں لیکن جب مکہ آتے تو لوگوں سے مانگنے لگتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "اور توشہ لے لیا کرو کہ سب سے بہتر توشہ تو تقویٰ ہی ہے۔" اس کو ابن عیینہ نے عمرو سے بواسطہ عکرمہ مرسلاً نقل کیا ہے۔[صحیح البخاری، کتاب الحج، حدیث:1523]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

سوال (مانگنے) سے اجتناب کیا جائے۔

اسلام خودداری کی تعلیم دیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لا تزال المسألة بأحدكم حتى يلقى الله وليس في وجهه مزعة لحم". ''آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا''۔[صحیح بخاری:1474،صحیح مسلم:1040]

**حاصلِ کلام!** یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے کہ:

حج کا مقصد صرف اعمال نہیں بلکہ اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ نفس کی اصلاح ہے۔

اصل کامیابی تقویٰ میں ہے۔

گناہوں سے بچنا حج کی قبولیت کی شرط ہے۔

حج کے بعد زندگی بدل جانی چاہیے۔

اللهم ارزقنا حجاً مبروراً، وسعياً مشكوراً، وذنباً مغفوراً.

حلقۂ حدیث

# حج کے فضائل وفوائد

● شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ".

**ترجمہ:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس گھر (کعبہ) کا حج کیا اور اس میں نہ رفث یعنی شہوت کی بات منہ سے نکالی اور نہ کوئی گناہ کا کام کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

**تخریج حدیث:** صحیح بخاری ،کتاب الحج ،باب الحج المبرور، حدیث:1521،ابواب المحصر وجزاء الصید، حدیث: 1820 1819 صحیح مسلم ،کتاب الحج ،باب فی فضل الحج والعمرة، حدیث: 1350 سنن ترمذی ،ابواب الحج ،باب ما جاء فی ثواب الحج والعمرة، حدیث:811 سنن نسائی ،کتاب مناسک الحج ،باب فضل الحج، حدیث:2627 سنن ابن ماجۃ ،کتاب المناسک ،باب فضل الحج والعمرة حدیث:2889.

**تشریح:** حج اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے، جو ہر عاقل، بالغ، تندرست وصاحب استطاعت مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، صاحب استطاعت ہونے کے باوجود اس میں تاخیر کرنا یا اسے ترک کرنا وعید کا سبب ہے۔ دیگر ارکان اسلام کی طرح حج کے بھی بہت سے فضائل وفوائد ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

1- حج کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے گناہ مٹ جاتے ہیں اور انسان گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے، مذکورہ بالا حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بتلاتے ہوئے کہا کہ:

"أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ، وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا، وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ".

اے عمرو! کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اسلام اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، ہجرت اپنے سے پہلے کے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے اور حج اپنے سے قبل کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ما کان قبلہ، حدیث:121]

2- حج کا تعلق افضل اعمال سے ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا عملوں میں سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ". قِيلَ : ثُمَّ مَاذَا ؟ قَالَ: "جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ". قِيلَ : ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "حَجٌّ مَبْرُورٌ".

عملوں میں سب سے افضل عمل اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے، کہا گیا پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، کہا گیا پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حج مبرور۔[صحیح بخاری حدیث:1519]

3- حج یہ افضل جہاد ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ ہم نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "ہم جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھتے ہیں تو پھر کیوں نہ جہاد کریں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے۔[صحیح بخاری حدیث:1520]

4- حج جنت کے اندر لے جانے کا ذریعہ اور سبب ہے: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ".

ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔[صحیح بخاری حدیث:1773، صحیح مسلم حدیث:1349]

5- حج کرنے سے فقر و محتاجی دور ہوتی ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّ الْمُتَابَعَةَ بَيْنَهُمَا تَنْفِي الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ".

حج اور عمرے مسلسل کرتے رہا کرو کیونکہ انھیں پے در پے ادا کرنا مفلسی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کی میل کچیل دور کر دیتی ہے۔[سنن ابن ماجہ حدیث:2887]

6- حالت احرام میں وفات پانے والا قیامت کے دن تلبیہ پکارتے ہوئے اٹھایا جائے گا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت احرام میں مرنے والے آدمی کے بارے میں فرمایا:

"اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ ؛ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا".

اسے پانی اور بیر کے پتے سے نہلاؤ اور اسے احرام کے دونوں کپڑوں میں کفناؤ اسے نا خوشبو لگاؤ نہ اس کے سر کو ڈھکو اس لیے کہ قیامت کے دن وہ تلبیہ پکارتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔[صحیح بخاری حدیث:1265، صحیح مسلم حدیث:1206]

7- حج اتحادِ امت کا مظاہرہ پیش کرتا ہے: دنیا بھر کے مسلمان ایک لباس (احرام) میں، ایک مرکز (خانہ کعبہ) پر جمع ہو کر اخوت، مساوات اور بھائی چارے کا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔

8- ایک دوسرے کے احوال سے واقفیت ہوتی ہے اور رنگ و نسل کے غرور کا خاتمہ ہوتا ہے۔

9- روحانی پاکیزگی و تقویٰ حاصل ہوتا ہے، حج انسان کی روح کو پاک کرتا ہے اور دل میں تقویٰ (خوفِ خدا) پیدا کرتا ہے۔

10- عاجزی و انکساری حاصل ہوتی ہے: لباسِ احرام انسان کو تکبر سے پاک کر کے اللہ کے سامنے عاجزی سکھاتا ہے۔

11- سیرت و کردار کی تعمیر: حج کے دوران انسان کو صبر، ایثار، برداشت اور نظم و ضبط کی عملی تربیت ملتی ہے۔

12- دعاؤں کی قبولیت: حج کے دوران مقدس مقامات پر مانگی گئی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

13- شعائر اللہ کا احترام: یہ سفر اللہ کی نشانیوں کی تعظیم اور ان کا ادب سکھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مذکورہ فوائد و فضائل کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اداریہ

# قربانی ایک عظیم اسلامی شعار

مدیر

اسلام کا روحانی نظامِ حیات اپنے اندر جن شعائرِ مقدسہ کو سموئے ہوئے ہے، وہ محض ظاہری افعال یا رسمی مظاہر نہیں بلکہ معانی وحقائق کی وہ گہری کائنات ہیں جن میں انسان کے باطن کی تطہیر، روح کی بالیدگی اور فکر کی رفعت مضمر ہے۔ انہی شعائرِ جلیلہ میں ''قربانی'' ایک ایسا درخشاں، ہمہ گیر اور معنی آفریں شعار ہے جو اپنے اندر عبودیت کی حقیقت، اخلاص کی لطافت، ایثار کی عظمت اور تقویٰ کی روح کو اس درجہ سموئے ہوئے ہے کہ یہ ایک مکمل فکری، روحانی اور تہذیبی نظام کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

قربانی بظاہر ایک محدود زمانی عمل ہے، مگر حقیقت کے آئینے میں یہ ایک دائمی کیفیت ہے ایسی کیفیت جو بندۂ مومن کے قلب ووجدان میں موجزن رہتی ہے اور اس کی حیات کے ہر گوشے کو اپنے نور سے منور کرتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں انسان اپنی نفسانی خواہشات، جذباتی وابستگیوں اور مادی ترجیحات کو ایک طرف رکھ کر اپنے خالق و مالک کی رضا کو محورِ حیات بنا لیتا ہے۔ گویا قربانی ایک ایسا روحانی سفر ہے جس میں بندہ ''خودی'' کے حصار سے نکل کر ''عبودیت'' کی وسعتوں میں داخل ہو جاتا ہے۔

لفظ ''قربانی'' اپنی ساخت ہی میں ایک لطیف اشارہ رکھتا ہے۔ ''قرب'' سے ماخوذ یہ لفظ اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ یہ عمل دراصل بندے کو اپنے رب کے قرب سے ہمکنار کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ محض ذبحِ حیوان نہیں بلکہ ذبحِ خواہش، شکستِ نفس، اور فنا فی الطاعت کا ایک بلیغ مظہر ہے۔ اس میں انسان اپنی محبوب ترین چیزوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کر کے یہ اعلان کرتا ہے کہ اس کے نزدیک سب سے بڑی حقیقت اللہ کی رضا ہے۔

تاریخِ انسانی میں اگر کسی واقعے نے اس حقیقت کو ہمیشہ کے لیے زندہ و جاوید کر دیا ہے تو وہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ ہے ایسا واقعہ جو محض ایک آزمائش نہیں بلکہ ایمان ووفا کی معراج ہے۔ ایک طرف ایک باپ ہے جو حکمِ الٰہی پر اپنی عزیز ترین متاع کو قربان کرنے کے لیے تیار ہے، اور دوسری طرف ایک فرزند ہے جو تسلیم ورضا کی ایسی تصویر بن کر ابھرتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ قرآنِ حکیم اس لمحۂ عظیم کو ان الفاظ میں محفوظ کرتا ہے:

"يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ".

یہ الفاظ محض اطاعت نہیں بلکہ محبت الٰہی کی وہ سرشاری ہیں جو بندے کو اپنی ہستی تک قربان کر دینے پر آمادہ کر دیتی ہیں۔

اسی سنتِ ابراہیمی کی تجدید ہر سال ایامِ نحر میں ہوتی ہے، جب مسلمانانِ عالم اللہ کے حضور قربانی پیش کرتے ہیں۔ لیکن قرآنِ مجید اس عمل کی اصل روح کو نہایت حکیمانہ اسلوب میں واضح کرتا ہے: ﴿لَن يَنَالَ ٱللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ ٱلتَّقْوَىٰ مِنكُمْ﴾ [الحج: ۳۷]

یہ آیت درحقیقت قربانی کے فلسفے کا نچوڑ ہے۔ یہ ہمیں بتاتی ہے کہ قربانی کی قدر و قیمت اس کے مادی پہلو میں نہیں بلکہ اس کے روحانی جوہر میں مضمر ہے۔ اگر دل اخلاص اور تقویٰ سے خالی ہو تو قربانی محض ایک رسمی عمل رہ جاتی ہے، لیکن اگر نیت میں صدق اور قلب میں خشیتِ الٰہی موجزن ہو تو ایک معمولی سا عمل بھی بارگاہِ

الٰہی میں عظیم الشان مقام پالیتا ہے۔

ادبی زاویۂ نظر سے قربانی ایک نہایت بلیغ اور ہمہ جہت استعارہ ہے۔ یہ انسانی وجود کے باطنی ارتقا کی علامت ہے ایسا ارتقا جس میں انسان اپنی انا کی نفی کر کے ایک اعلیٰ تر حقیقت سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ یہ ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ حقیقی عظمت خود کو منوانے میں نہیں بلکہ خود کو مٹانے میں ہے حقیقی رفعت جمع کرنے میں نہیں بلکہ لٹانے میں ہے اور حقیقی کامیابی اپنی خواہشات کی تکمیل میں نہیں بلکہ انہیں اللہ کی رضا کے تابع کر دینے میں ہے۔

فقہی اعتبار سے قربانی کی حیثیت نہایت اہم اور مؤکّد ہے۔ فقہائے احناف کے نزدیک یہ صاحبِ نصاب پر واجب ہے، جب کہ دیگر ائمہ کے نزدیک سنتِ مؤکدہ، تاہم اس کی مشروعیت اور عظمت پر اجماعِ امت ہے۔ احادیثِ نبویہ ﷺ میں اس کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے اور خود نبی اکرم ﷺ نے اس کا التزام فرمایا۔ یہ عمل دراصل اس بات کا عملی اظہار ہے کہ بندہ اپنے مال، اپنی خواہشات اور اپنی ترجیحات کو اللہ کی رضا پر قربان کرنے کے لیے آمادہ ہے۔

قربانی کا معاشرتی پہلو بھی اپنی معنویت میں نہایت عمیق ہے۔ یہ عمل انسانی معاشرے میں اخوت، ہمدردی اور مساوات کے جذبات کو جلا بخشتا ہے۔ جب قربانی کا گوشت غرباء و مساکین میں تقسیم ہوتا ہے تو یہ محض ایک مادی تقسیم نہیں بلکہ دلوں کے فاصلے کم کرنے، احساسِ ذمہ داری کو بیدار کرنے اور ایک متوازن معاشرتی ڈھانچے کو فروغ دینے کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ اسلامی معاشرت کے اس تصور کو عملی جامہ پہناتا ہے جس میں ہر فرد کو عزت اور وقار کے ساتھ جینے کا حق حاصل ہے۔

تاہم، موجودہ دور میں اس عظیم عبادت کی روح کہیں کہیں ماند پڑتی دکھائی دیتی ہے۔ نمود و نمائش، تفاخر اور رسم و رواج نے اس کے باطنی حسن کو دھندلا دیا ہے۔ مہنگے جانوروں کی نمائش اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دکھانے کی دوڑ اس حقیقت کو پسِ پشت ڈال دیتی ہے کہ اللہ کو نہ قیمتوں کی چمک درکار ہے اور نہ ظاہری جلوہ، بلکہ اسے تو دلوں کی کیفیات اور نیتوں کی صداقت مطلوب ہے۔

اہلِ علم و بصیرت ہمیشہ اس امر پر متفق رہے ہیں کہ عبادات کی قبولیت کا مدار اخلاص اور تقویٰ پر ہے۔ قربانی کا اصل حسن اسی وقت نکھرتا ہے جب اس میں سادگی، خشوع اور اخلاص کا رنگ غالب ہو۔ یہی وہ اوصاف ہیں جو ایک معمولی عمل کو بھی بارگاہِ الٰہی میں عظیم بنا دیتے ہیں۔

قربانی دراصل ایک ہمہ جہت تربیتی نظام ہے۔ یہ انسان کو ضبطِ نفس، ایثار، صبر اور شکر جیسے اوصاف سے آراستہ کرتی ہے۔ یہ اسے یہ شعور عطا کرتی ہے کہ زندگی کا ہر پہلو اللہ کی رضا کے تابع ہونا چاہیے۔ اگر اس شعور کو ہم اپنی عملی زندگی میں جگہ دے دیں تو ہماری عبادات، معاملات، اور تعلقات سب ایک نئی معنویت سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قربانی ایک دن یا چند ایام کا عمل نہیں بلکہ ایک مسلسل پیغام ہے ایسا پیغام جو انسان کو اس کی حقیقت سے روشناس کراتا ہے اور اسے یاد دلاتا ہے کہ اس کی اصل منزل اللہ کی رضا ہے۔ یہ اسے ''خودی'' سے ''بے خودی اور رضائے الٰہی'' تک کے سفر پر گامزن کرتی ہے اور اس کی زندگی کو ایک بلند اور پاکیزہ مقصد عطا کرتی ہے۔

پس، قربانی ایک عظیم اسلامی شعار ہی نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر روحانی، اخلاقی اور معاشرتی نظام کا عنوان ہے ایسا عنوان جو انسان کو اخلاص کی معراج، بندگی کی تکمیل اور تقویٰ کی رفعتوں تک لے جاتا ہے۔ یہی وہ قربانی ہے جو دلوں کو جلا بخشتی ہے، روحوں کو پاکیزگی عطا کرتی ہے، اور انسان کو اس کے رب کے قرب سے ہمکنار کرتی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

عقیدہ ومنہج

# شفاعت کے مسائل واقسام

● **شیخ مختار احمد محمدی مدنی** (الجبیل، سعودی عرب)

شفاعت کا معاملہ بڑا نازک اور خطرناک ہے، اس میں بہت ساری امتوں کے قدم پھسل گئے اور اس کے سمجھنے میں بڑی غلطیوں اور کوتاہیوں کا شکار ہو گئے، مشرکین نے اس کا صحیح مفہوم سمجھنے میں بھیانک غلطی کی، وہ اپنے معبودان باطلہ کے بارے میں عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ شفاعت کریں گے: ﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [یونس:۱۸] یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہونچا سکیں نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں، آپ فرما دیں! کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں نہ زمین میں، وہ پاک و برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔

آج کے بہت سارے اہل بدعت وقبر پرست بھی شفاعت کا صحیح معنی ومطلب نہیں سمجھتے ہیں، یا جانتے بوجھتے غلطی کا مرتکب ہو رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بعض ایسی شفاعتیں جو ثابت شدہ ہیں اس کا انکار کرتے ہیں، اور وہ شفاعتیں جو ثابت ہی نہیں ہیں اس کو ہر کس و ناکس کے لئے ثابت کرتے ہیں، لہٰذا ایک طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ شفاعت کو تفصیل سے جانے، تاکہ التباس ختم ہو جائے، نہ شفاعت کی مطلق طور پر نفی کی گئی ہے اور نہ ہی مطلق طور پر سب کے لئے ثابت ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے جو اس مقالے میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اللہ تعالی سب کو ہدایت عطا فرمائے اور کتاب وسنت کے نصوص کو سلف صالحین کے فہم ومنہج پر سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

**شفاعت کا لغوی معنی ومطلب:** شفاعت ''شفع'' سے مشتق ہے جو وتر کی ضد ہے، اس کے معنی جفت کے ہیں، یا طاق کو جفت بنانے کے ہیں، یعنی ایک کو دو اور تین کو چار بنانا۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ﴾ [الفجر:۳] ''اور جفت اور طاق کی قسم''۔

شفاعت (سفارش) کرنے والے سے پہلے حاجت کا طلب کرنے والا ایک یعنی صرف مشفوع لہ تھا، اب شافع کی وجہ سے گویا دو ہو گئے۔ اس لئے اسے شفاعت کہا جاتا ہے۔

**شفاعت کا اصطلاحی معنی:** منفعت کے حصول یا نقصان ومضرت کو دور کرنے کیلئے کسی کا واسطہ لینا ''شفاعت'' کہلاتا ہے۔

شفاعت یا تو دنیا سے متعلق ہوگی یا آخرت سے، دنیا میں کی جانے والی شفاعت کی دو قسم ہے:

**(۱) شفاعت حسنہ:** یعنی صاحب حیثیت کے پاس محتاج وضرورت مند کی شفاعت کرنا، ایسی شفاعت باعث اجر وثواب اور بہترین نیکی ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿مَّن يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا﴾ [النساء:۸۵]

''جو شخص کسی نیکی یا بھلے کام کی سفارش کرے اسے بھی اس کا کچھ حصہ ملے گا''۔

نبی اکرم ﷺ کے پاس جب کوئی محتاج وضرورت مند آتا

توآپ ﷺ فرماتے:

”اشفعوا توٴجروا“ شفاعت کرواجرکماؤ،،(صحیح بخاری)

**(۲) شفاعت سیئہ:** حرام چیز جیسے حدود وتعزیرات کوختم کرنے کے لئے یا حرام تجارت کالائسنس جاری کرنے کے لئے سفارش کرنا، یہ شفاعت سیئہ یعنی بری شفاعت ہے ایسا کرنے والا گناہگار ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَن يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُن لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا﴾ [النساء:۸۵]

”اور جو برائی اور بدی کی سفارش کرے اس کے لئے بھی اس میں سے ایک حصہ ہے“۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فاطمہ نامی عورت کے ہاتھ نہ کاٹنے کی سفارش جب نبی رحمت محمد ﷺ سے کی تو آپ ﷺ غضبناک ہوگئے، اور اسامہ رضی اللہ عنہ پر شدید برہمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم اللہ کی حد کے بارے میں سفارش کرنے آئے ہو، تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک وبرباد کردئے گئے کہ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی غریب چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے، اللہ کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرلے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ لوں گا۔(صحیح بخاری)

**آخرت میں شفاعت کی بھی دو قسم ہے:**

**(۱) منفی یا باطل شفاعت:** اس سے مراد مشرکین کی مزعومہ شفاعت ہے کہ ان کے معبودان اور بزرگان، اللہ تعالی کے یہاں ان کی شفاعت کریں گے، جبکہ ان کو شفاعت کرنے کا حق ہی نہیں دیا جائے گا، اس باطل شفاعت پر قرآن میں بہت ساری آیات دلالت کرتی ہیں۔ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ﴾ [البقرة:۴۸]

”اس دن سے ڈرتے رہو جب کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا اور نہ ہی اس کی بابت کوئی سفارش قبول ہوگی اور نہ ہی کوئی بدلہ اس کے عوض لیا جائے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے“۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ [الانعام:۵۱]

”اللہ کے علاوہ نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا اور نہ ہی شفاعت کرنے والا، شاید وہ ڈر جائیں“۔

اسی طرح اللہ کا ارشاد ہے:

﴿مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ﴾ [غافر:۱۸]

”ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ ہی سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے گی“۔

شفاعت میں کفار مکہ نے دنیا کے امراء وبادشاہوں پر خالق کو قیاس کیا اور کہا کہ جس طرح بادشاہوں کے پاس جانے کے لئے وسیلہ اور سفارشی کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی خالق کا تقرب حاصل کرنے کے لئے سفارشی کی ضرورت ہے، لیکن یہ ان کی بہت بڑی بھول تھی، درج ذیل وجوہات کی بناء پر مخلوق کو خالق پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

(۱) خالق اور مخلوق میں کوئی برابری نہیں ہوتی، خالق اکیلا ہے جبکہ مخلوق لاتعداد، لہٰذا خالق کو مخلوق پر قیاس کرنا یہ بذات خود باطل ولغو ہے۔

(۲) دنیا کے بادشاہ وسلاطین، وزراء اور اصحاب رائے ومشورہ کے تعاون کے محتاج ہوتے ہیں ان کے تعاون کے بغیر نظام حکومت چلانا ناممکن ہے، لہٰذا بادشاہ اگر اپنے وزراء کی سفارش قبول نہ کرے تو وہ اس سے نفرت کرنا شروع کردیں گے اور ساتھ دینا چھوڑ دیں گے اس لئے ان کی سفارش قبول کرنا اس کی مجبوری ہے، جبکہ اللہ تعالی کسی کے تعاون کا محتاج نہیں ہے، وہ ساری مخلوقات سے بے نیاز ہے۔

(۳) دنیا کے بادشاہوں کو اپنی رعایا کی حاجتوں اور ضرورتوں کے بارے میں کوئی جانکاری نہیں ہوتی، لہٰذا وہ ایسے وزراء کے محتاج ہوتے ہیں جو ان تک رعایا کی ضرورتوں کو پہنچا سکیں، اور جب وزراء پہنچاتے ہیں تب جا کر بادشاہوں کو اس کی خبر ہوتی ہے، اس کے برعکس اللہ رب العالمین تو علیم وقدیر ہے وہ ہر شخص کی ضرورت کو اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہے اس تک پہنچانے کے لئے کسی کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ وہ تو ہماری ضرورتوں سے ہم سے زیادہ باخبر اور آگاہ ہے۔

(۴) بالفرض اگر دنیا کے بادشاہوں کو رعایا کی ضرورتوں کا علم بھی ہو جائے، تو عام طور پر وہ اس طرف توجہ نہیں دیتے اور نہ ہی ان کی ضرورتوں کو پوری کرنے میں انہیں کوئی دلچسپی ہوتی ہے، لیکن جب وہ چیز وزیروں کی سفارش اور وسیلہ سے ان تک پہنچتی ہے تو ان پر اس کا اثر ہوتا ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے، جبکہ اللہ تعالی کا معاملہ اس کے برعکس ہے اس پر کسی کا اثر نہیں چلتا ہے، اور نہ ہی اس پر کوئی اثر انداز ہو سکتا ہے، نیز اللہ تعالی بیحد مہربان ورحم دل ہے، وہ مغفرت چاہتا ہے، اور لوگوں کی ضرورتوں کو پوری کرنا چاہتا ہے۔ان وجوہات کی بناء پر خالق کو مخلوق پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

**(۲) آخرت میں کی جانے والی دوسری شفاعت کی قسم مثبت وثابت شفاعت ہے:** اس سے مراد وہ شفاعت ہے جسے اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں یا اس کے رسول ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں ثابت فرمایا ہے، یہ شفاعت توحید واخلاص والوں کو ہی نصیب ہوگی، جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: لوگوں میں آپ کی شفاعت حاصل کرنے والا سب سے زیادہ کون سعادت مند ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: **"من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه"** جس شخص نے اپنے دل کے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا۔[صحیح بخاری ح رقم حدیث ۹۹]

اس شفاعت کی دو اہم شرطیں ہیں:

(۱) شافع ومشفوع لہ یعنی شفاعت کرنے والے اور جس کے لئے شفاعت کی جائے دونوں سے اللہ کا راضی ہونا۔

(۲) اللہ کی طرف سے شافع یعنی شفاعت کرنے والے کو شفاعت کی اجازت ملنا۔

پہلی شرط کی دلیل اللہ کا یہ قول ہے:

﴿يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ وَلَا يَشۡفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ٱرۡتَضَىٰ وَهُم مِّنۡ خَشۡيَتِهِۦ مُشۡفِقُونَ﴾[الانبیاء:۲۸]

''وہ (اللہ) ان کے آگے اور پیچھے کے تمام امور سے واقف ہے، وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ راضی ہوتا ہے وہ خود ہیبت الٰہی سے لرزاں وترساں ہیں''۔

اور دوسری شرط کی دلیل اللہ کا یہ قول ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٖ ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِۖ يُدَبِّرُ ٱلۡأَمۡرَۖ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِنۢ بَعۡدِ إِذۡنِهِۦۚ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمۡ فَٱعۡبُدُوهُۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾[یونس:۳]

''بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا، وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں، ایسا اللہ تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو کیا تم پھر بھی نصیحت نہیں پکڑتے''۔

جبکہ دونوں شرطوں کی مشترکہ دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَكَم مِّن مَّلَكٖ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ لَا تُغۡنِي شَفَٰعَتُهُمۡ شَيۡـًٔا إِلَّا مِنۢ بَعۡدِ أَن يَأۡذَنَ ٱللَّهُ لِمَن يَشَآءُ وَيَرۡضَىٰٓ﴾[النجم:۲۶]

''اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ

بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالی اپنی مرضی سے جس کے لئے چاہے اجازت دے دے''۔

قرآن وصحیح احادیث سے ثابت شدہ شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

**(۱) عام شفاعت:** جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالی اپنے نیک وموحدین بندوں میں سے جن کو چاہے گا اور جن موحدین بندوں کے لئے چاہے گا شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا، یہ شفاعت نبی کریم ﷺ، دیگر انبیاء کرام، صدیقین، شہداء وصالحین کے لئے ثابت ہے اور یہ دو طرح کے لوگوں کی شفاعت کریں گے۔

**نمبر ایک:** اہل توحید کے ان لوگوں کے لئے جو اپنے گناہوں کے سبب جہنم کے مستحق تھے، لیکن وہ اللہ سے شفاعت کریں گے کہ توحید کی خاطر انہیں جہنم میں داخل نہ کیا جائے۔

**نمبر دو:** اہل توحید کے ان لوگوں کے لئے جو اپنے گناہوں کے سبب جہنم میں جا چکے ہوں گے، انہیں جہنم سے نکالنے کی شفاعت کریں گے۔

**(۲) خاص شفاعت:** اس سے مراد وہ ساری شفاعتیں ہیں جو صرف رسول اکرم ﷺ کے لئے خاص ہوں گی، اور وہ سابق دو شفاعتوں کو ملا کر چھ قسم کی شفاعتیں ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے لئے خاص ہیں۔

**پہلی نوع: شفاعت عظمی:** اور یہ اس وقت ہوگی جب لوگ نا قابل برداشت حالت میں میدان محشر میں ہوں گے، وہ شفاعت کے لئے آدم، نوح، موسی وعیسی علیہم السلام کے پاس جائیں گے لیکن یہ تمام انبیاء کرام شفاعت سے انکار کر دیں گے، پھر یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور آپ سے شفاعت کی درخواست کریں گے، آپ ﷺ اللہ تعالی کے پاس شفاعت کے لئے جائیں گے، اللہ تعالی آپ کی دعا اور شفاعت کو شرف قبولیت عطا فرمائے گا، شفاعت عظمی ہی وہ مقام محمود ہے جس کا ذکر اللہ نے قرآن کریم کی اس آیت میں کیا ہے:

﴿وَمِنَ ٱلَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهِۦ نَافِلَةٗ لَّكَ عَسَىٰٓ أَن يَبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامٗا مَّحۡمُودٗا﴾ [الاسراء:۷۹]

**دوسری نوع:** جنتیوں کیلئے جنت میں داخلے کی شفاعت۔

**تیسری نوع:** بعض جنتیوں کے مقام ومرتبہ کی بلندی کی شفاعت۔

**چوتھی نوع:** اپنے مشفق ومہربان چچا کے عذاب میں تخفیف (کمی اور گھٹاؤ) کی شفاعت۔

واضح رہے کہ آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے لئے جہنم سے نکالنے کی شفاعت نہیں کریں گے، کیونکہ ان کی وفات کفر وشرک پر ہوئی تھی، اور اللہ رب العالمین نے کفار ومشرکین پر جنت حرام کر دی ہے، لہذا ان کے چچا جہنم ہی میں رہیں گے، چونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں نبی کریم ﷺ کی اچھی طرح پرورش کی، آپ ﷺ کا خوب خیال رکھا، اور حیثیت بھر دفاع کیا، اس لئے آپ ﷺ اللہ تعالی سے ان کے لئے عذاب میں کمی کی شفاعت کریں گے، اور اللہ تعالی آپ ﷺ کی شفاعت قبول کرے گا'' لہذا اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

**پانچویں نوع:** ان موحدین کے لئے جو اپنے گناہوں کے سبب جہنم کے مستحق تھے، انہیں جہنم میں داخل نہ کرنے کی شفاعت۔ یہ شفاعت حساب وکتاب کے بعد ہوگی۔

**چھٹی نوع:** ان موحدین کے لئے جو اپنے گناہوں کے سبب جہنم میں جا چکے ہوں گے، انہیں جہنم سے نکالنے کی شفاعت۔ یہ شفاعت بھی حساب وکتاب کے بعد ہوگی۔

تعلیم وتربیت

# سمر ویکیشن اور ہمارے طلبہ

● شیخ رشید سمیع سلفی (ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

مشغولیت، مصروفیت، کام کی دھن انسانی زندگی کا لازمہ ہیں، یہ نہ ہوں تو زندگی خود بوجھ محسوس ہونے لگتی ہے، جب انسان فارغ ہوتا ہے تو اسے مصروفیت کی اہمیت معلوم پڑتی ہے، مگر کام سے بھی چند ایام کی فراغت زندگی کیلئے ضروری ہے، چھٹی اور تعطیل کا سلسلہ دراصل اسی غرض کا حصہ ہے، تعطیل سے تازگی اور بشاشت آتی ہے، تکان کی جگہ ایک نیا جوش اور ولولہ لے لیتا ہے، عمل مسلسل سے پیدا ہونے والی کبیدگی اور افسردگی جاتی رہتی ہے، بچے بھی تعلیمی مصروفیات سے فارغ ہوکر نئے تعلیمی مرحلے کیلئے تفریح ونشاط سے بھرپور ہوتے ہیں، قید وبند سے آزادی ملتی ہے اور روح کھلی فضا میں پرواز کرتی ہے، واضح رہے کہ چھٹی صرف وقت گزاری کا نام نہیں ہے جیسا کہ آج سمجھ لیا گیا ہے، نبی رحمت ﷺ نے بھی اس انسانی افتاد طبع کا تذکرہ اپنے فرمان میں کیا ہے، آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں، صحت اور فراغت۔ [بخاری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الصحة والفراغ]

مشاہدہ کہتا ہے کہ چھٹی ایک بے ہنگم دورانیہ بن کر ہمارے زندگی میں رہ گئی ہے، وقت مال اور صحت کی بربادی کا دوسرا نام چھٹی ہے، آپ ہائی سوسائٹی کی چھٹیوں پر نظر ڈالیں گے تو مال کے اسراف کو دیکھ کر حیران وششدر رہ جائیں گے، پھر وہ خبر بھی مسئلے کی سنگینی کو بتاتی ہے جو مہاراشٹر کے ایک فارم ہاؤس میں ڈرگس کے ساتھ نوجوان طلبہ کے پکڑے جانے سے متعلق ہے، تذکرہ اس لئے کہ ان میں ایک بڑی تعداد مسلم بچوں اور بچیوں کی تھی، ویکیشن کلچر ترقی کرتے ہوئے کہاں پہونچ چکا ہے؟ آپ اندازہ بھی نہیں کرسکتے؟ ہم مانتے ہیں کہ طویل مصروفیات طبعیت کو سیر وتفریح کی طرف راغب کرتی ہیں، جسم کی کسلمندی گھومنے پھرنے کی متقاضی ہوتی ہے، مختلف مقامات کی زیارت اور رشتے داروں سے ملاقات سے جسم وروح میں تازگی کے نوع بہ نوع پھول کھلتے جاتے ہیں، دل ودماغ پر پڑی دھند کافور ہوجاتی ہے، یہاں تک تو بات ٹھیک تھی، لیکن پوری تعطیل بس اسی طرح کی وقت گزاری کی نذر ہوجائے، تعطیل بس ایک تعطل بن کر رہ جائے، ہر چہار جانب انارکی اور انتشار کا غلبہ ہو، پوری بستی کھیل کے میدان میں تبدیل ہوجائے، سوسائٹی بچوں کے شور وہنگامے سے ہلتی ہوئی محسوس ہو، دروازے اور کھڑکیوں کے شیشے ان کے خوف سے لرزاں وترساں ہوں، ہماری چھٹیوں کی مستی مساجد کے دروازے تک پہونچ جائیں، راہ گیروں کے عینک اور بزرگوں کے منحنی پیکران کے آوارہ گیندوں سے محفوظ نہ ہوں، گلی محلوں کا سکون غارت ہوجائے، بچے گھر کا رخ صرف کھانے اور سونے کے لئے کرتے ہوں، باقی اوقات گھر سے باہر کی مٹر گشتی میں برباد کر رہے ہوں، یہ تو ان بچوں کی کہانی ہے جو گھر کی چہار دیواری میں سامان عیش وطرب نہ پاتے ہوں۔

جرأت شوق تو کیا کچھ نہیں کہتی لیکن
پاؤں پھیلانے نہیں دیتی ہے چادر مجھ کو
بسمل عظیم آبادی

البتہ جنھوں نے اپنے بچوں کو موبائل اور دوسرے آلات دے رکھے ہیں، ان کی کہانی ذرا الگ قسم کی ہے، وہ دن رات

موبائل کی سکرین سے چپکے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جو کچھ باہر کی دنیا میں ہورہا تھا وہ موبائل کی سکرین پر ہونے لگتا ہے، الغرض جو بچے موبائل اور ٹیب سے محروم ہیں وہ گلی اور میدانوں میں خوار ہوتے ہیں اور جو اس نعمت سے سرفراز ہیں وہ جدید دور کی برکت سے باہر کی دلآرامیاں گھر کی چہار دیواری میں سمیٹ لاتے ہیں، موبائل کے جنون نے بچوں کو کس راہ پر ڈال دیا ہے؟ یہ بڑی تشویش کی بات ہے، ذرا تصور کیجئے کہ آپ کے بچوں کے وقت اور تعلیم کا اس ایجاد نے کیا حشر کیا ہے؟ آپ کیا کریں گے؟ جب بچہ گھر سے نماز کیلئے نکلتا ہے لیکن مسجد اور گھر کے درمیان کسی کمین گاہ میں موبائل سے شوق پورا کرنے لگتا ہے، آپ سمجھتے ہیں وہ نماز کو گیا ہے حالانکہ وہ چھپ کر موبائل کی سکرین پر اپنی شرافت اور آپ کے اعتماد کو جلا کر خاکستر کر رہا ہے، آپ کیا کر سکتے ہیں؟ جب بچہ بظاہر چادر ولحاف میں سو رہا ہے لیکن چادر اور لحاف کے نیچے موبائل کی سکرین چم چم کر رہی ہے، مسئلے کی سنگینی کو سمجھیے اور اس اخلاقی بحران سے نئی نسل کو نکالنے کی کوشش کیجئے۔

میں کہہ یہ رہا تھا کہ کیا چھٹی صرف اپنے وقت کو بے رحمی سے ضائع کر دینے کیلئے ہے؟ اس کا کوئی مفید مصرف نہیں ہے؟ کوئی بھی صحتمند اور سلیم الفطرت شخص اسے درست نہیں کہہ سکتا ہے، اسلام نے وقت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے، اس کی قدر و قیمت کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی ہے، اللہ کے نبی ﷺ کی ایک حدیث سے بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”**لا تزولُ قَدَمَا عبدٍ يومَ القيامةِ حتَّى يُسألَ عن أربعٍ عَن عُمُرِه فيما أفناهُ وعن جسدِهِ فيما أبلاهُ وعن عِلمِهِ ماذا عَمِلَ فيهِ وعن مالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وفيما أنفقَهُ**“. ”آدمی کا پاؤں قیامت کے دن اس کے رب کے پاس سے نہیں ہٹے گا یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے پوچھ لیا جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں صرف کیا، اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا، اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا اور اس کے علم کے سلسلے میں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا“۔[ترمذی 2416 صحیح]

عمر اور جوانی کے بارے میں سوال دراصل وقت کی بابت سوال ہے، لہٰذا ہم اپنی زندگی کے ہر پل کے بارے میں اللہ کے یہاں مسؤول ہیں خواہ وہ مشغولیت ہو یا تعطیل کے ایام ہوں، یعنی ہماری چھٹیاں بھی سوال کے گھیرے میں آتی ہیں، اس لئے چھٹی کو وقت گذاری سے بچاتے ہوئے مفید کام میں لگانا چاہیے، بچوں کی چھٹیوں کو چند امور بروئے کار لاکر مفید بنایا جاسکتا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

1) چھٹی کے دنوں میں بچوں کی دینی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دینی چاہئے، اسکول کے دنوں میں اسکول اور کلاسیز کے چکر میں بچہ بمشکل تمام ناظرہ قرآن کیلئے وقت نکال سکتا ہے، جبکہ دینی تعلیم اس سے بھی آگے کی چیز ہے، اسکول کی تعطیل نے یہ موقع فراہم کیا ہے کہ آپ طالب کو کما حقہ دینی تعلیم سے روشناس کرسکیں، ایک بہترین ٹیوٹر کے ذریعے ٹھوس دینی تعلیم کا بندوبست کرنا چاہیے، بچے کو عقیدہ، قرآن، وضو، نماز، اسلام کے بیسک، سیرت، اسلامی واقعات کی تعلیم سے آراستہ پیراستہ کرنا چاہیے۔

2) پنج وقتہ نمازوں کی پابندی اور اس پر عمل درآمد کرانا بہت ضروری ہے، اس میں بہرصورت کوتاہی سے بچے کو پوری طرح سے بچائیں، گھر سے مسجد تک بچے کی نگرانی ہونی چاہیے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب والدین بھی صوم وصلاۃ کے پابند ہوں۔

3) بچوں کی بہترین صحت کیلئے ورزش اور بدنی ریاضت بھی بہت ضروری ہے، بلکہ کوشش ہو کہ ایک وقت متعین کر کے اپنے اسکول اور پڑھائی کے دنوں میں ہمیشہ ورزش کرتے رہنا چاہیے، اس سے بدن مضبوط ہوگا، جسم توانا ہوگا، سلف اپنے بچوں کو مضبوط

اور قوی بنایا کرتے تھے، وقت کے رائج کھیل کود کے فن سے بقدر ضرورت انھیں وابستہ رکھتے تھے، مگر کھیل وہی منتخب کیا جائے جو محنت طلب ہو، جسم کو مشقت میں ڈالنے والا ہو، صرف تفریح مقصود نہ ہو، یہ ہماری روایت ہے، ہم اس سے پہلو تہی نہیں کر سکتے۔

4) بچوں کو کلی طور پر تعلیم سے لاتعلق رکھنا عقلمندی نہیں ہے، چھٹی ہے تو کیا ہوا، اسکول سے چھٹی ہے پڑھائی سے تو چھٹی نہیں ہے، بعض اسکولوں میں چھٹی کا ہوم ورک دیتے ہیں، دینا بھی چاہیے، ساتھ ہی بچوں کو غیر نصابی کتابوں کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے کیونکہ پڑھائی کے ایام میں ایک طالب علم نصاب کی چہار دیواری میں بند ہو کر زندگی گزارتا ہے، نصاب سے باہر کی دنیا سے وہ کیسے واقف ہوگا؟ خارجی مطالعہ سے ہی ایک طالب علم کتاب کے حصار سے باہر دیکھ پاتا ہے۔

5) ایک اہم کام چھٹی میں یہ بھی کیا جاسکتا ہیکہ کسی ایسے مضمون اور سبجیکٹ میں طالب اضافی محنت کرے جس میں وہ کمزور واقع ہوا ہے، بعض طالب علم کسی کسی سبجیکٹ میں نسبتاً کمزور ہوتے ہیں، چھٹی میں اگر کسی ٹیوٹر یا تعلیم یافتہ ماں باپ کی نگرانی میں اگر محنت کرلیا جائے تو کمزوری دور ہوسکتی ہے، ظاہر ہے عام دنوں میں طالب اس سبجیکٹ میں خصوصی محنت نہیں کرسکتا، اس کیلئے طویل چھٹیاں ہی بہترین موقع فراہم کرتی ہیں۔

6) سمر کیمپ بھی ویکیشن کا مفید مصرف ہیں، طلبہ کو مستند اداروں کی طرف سے منعقد کئے گئے سمر کیمپ میں باقاعدگی سے شریک ہونا چاہیے، وہاں کی ہدایات کے مطابق عمل کرنا چاہیے، ادھر چند سالوں سے چھٹیوں میں سمر کیمپ کے انعقاد کا مفید سلسلہ چلا ہے، الحمدللہ اس کے خاطر خواہ نتائج بھی سامنے آرہے ہیں۔

7) چھٹیوں میں دینی پروگراموں اور مجالس سے استفادہ بھی حسب استطاعت ہونا چاہیے، پروگرامز تعلیم و تربیت اور شخصیت سازی کا بہترین ذریعہ ہیں، مختصر وقت میں اجلہ علماء اور معیاری دروس سے مستفید ہوا جاسکتا ہے۔

8) حفظ قرآن بھی چھٹیوں کا بہترین مصرف ہے، ہر سال صرف چھٹیوں میں پابندی سے قرآن کسی مجود حافظ کی نگرانی میں یاد کرایا جائے تو ذہین طلبہ کیلئے بارہویں تک حفظ قرآن کی تکمیل کرلینا مشکل امر نہیں ہے، یقیناً یہ پابندی اور اہتمام کی چیز ہے جو اہل ذوق کیلئے ناممکن نہیں ہے۔

مدارس کے طلبہ بھی ان تجاویز سے مستفید ہوسکتے ہیں، مدارس کے طلبہ بھی چھٹی کو ضائع کرنے کے بجائے اسے کارآمد بنانے کی کوشش کریں، پوری چھٹی تعلیم سے لاتعلق ہوکر گذارنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پڑھی ہوئی چیزیں ذہن سے ایسے محو ہوجائیں گی جیسے کبھی پڑھا نہیں تھا، فراغت کو غنیمت سمجھتے ہوئے احادیث حفظ کرلیں، قرآن کی سورتیں یاد کریں جو مستقبل میں قدم قدم پر کام آنے والی ہیں، میں تو کہتا ہوں کہ اہل مدارس طلبہ کو ایام تعطیل کا حساب لگا کر ہوم ورک دے دیا کریں، پھر واپسی پر امتحان لے کر اس کی افادیت کو یقینی بنائیں، وقت کی قدر و قیمت مسلم ہے، اس سے جتنی غفلت برتی جائے گی وہ اسی قدر خسارے کا ذریعہ ہوگا، گذرا وقت ایک ایسا خسارہ ہے جس کی بھرپائی ممکن نہیں ہے، یہ آپ کو کچھ دے کر جاتا ہے یا آپ سے کچھ چھین کر جاتا ہے، اس کی رفتار کو توڑا نہیں جاسکتا ہے اور نہ اس کے بڑھتے قدموں کو روکا جاسکتا ہے، اس کے دیئے گئے زخموں کا کوئی مرہم نہیں اور اس کی طرف سے پہونچائے گئے تلخیوں کا کوئی تریاق نہیں ہے، بس وقت کی رفتار اور چال کو کمال ہوشمندی سے اپنے حق میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

وقت برباد کرنے والوں کو
وقت برباد کر کے چھوڑے گا

دوا کرراہی

❁ ❁ ❁

احکام ومسائل

# عشر ذی الحجہ اور قربانی کے چند اہم مسائل

● شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

## عشر ذی الحجہ کی فضیلت:

ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن بڑے فضیلت والے ہیں، دیگر ایام کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کو ان دس دنوں میں نیک عمل سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

”عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: ”مَا العَمَلُ فِي أَيَّامٍ أَفْضَلَ مِنْهَا فِي هَذِهِ!“ قَالُوا: وَلاَ الجِهَادُ؟ قَالَ:”وَلاَ الجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ“.[صحیح البخاری:969]

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”ان دس دنوں سے زیادہ کسی بھی دن میں نیک عمل افضل نہیں! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اللہ کے رسول! اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! جہاد بھی نہیں، سوائے اس آدمی کے جو اپنی جان ومال کی بازی لگا کر جہاد کے لئے جائے اور کچھ بھی لے کر واپس نہ آئے۔

ان ایام کی اس قدر فضیلت کا سبب ان میں بیشتر عبادات اور قربت الٰہی کے کاموں کا اکٹھا ہونا ہے، جیسا کہ علماء کرام نے اس کی وضاحت فرمائی ہے، چنانچہ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَالَّذِي يَظْهَرُ أَنَّ السَّبَبَ فِي امْتِيَازِ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ لِمَكَانِ اجْتِمَاعِ أُمَّهَاتِ الْعِبَادَةِ فِيهِ وَهِيَ الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَالْحَجُّ وَلَا يَتَأَتَّى ذَلِكَ فِي غَيْرِهِ“.[فتح الباری لابن حجر:2/460]

عشر ذی الحجہ کی اس امتیازی شان کا سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نماز، روزہ، صدقہ، اور حج جیسی بنیادی عبادتیں اکٹھا ہو جاتی ہیں، جبکہ ان کے علاوہ ایام میں یہ چیز نہیں ہوتی۔

اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دنیا کا افضل ترین دن قرار دیا ہے، ارشاد گرامی ہے:

”أفضلُ أيامِ الدُّنيا أيامُ العَشْرِ“.[دیکھئے: صحیح الجامع حدیث:1133]

دنیا کے سب سے افضل دن ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔

## ہلال ذی الحجہ دیکھنے کے بعد ناخن اور بال کا حکم:

ذی الحجہ کا ہلال دیکھ لینے کے بعد قربانی کا ارادہ رکھنے والا ناخن، بال وغیرہ نہ کاٹے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ، وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ“.[صحیح مسلم:1977]

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو، اور تم میں سے کوئی قربانی کا ارادہ

رکھتا ہو تو اپنے بال اور ناخن نا کاٹے۔

اور ایک روایت میں ہے: ”فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ، وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتَّى يُضَحِّيَ“.

اپنا کوئی بھی بال اور ناخن نہ کاٹے یہاں تک کہ قربانی کر لے۔

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فأما الذي يضحى عنه فلا حرج عليه، وعلى هذا فإذا أراد الإنسان أن يضحي عنه وعن أهل بيته بأضحية واحدة كما هي السنة، فإن أهل البيت لا يلزمهم أن يمسكوا عن الشعر، وعن الظفر، وعن البشرة“. [مجموع فتاوی ورسائل العثیمین: 21/38]

(چونکہ نبی کریم ﷺ نے قربانی کا ارادہ رکھنے والے کو مخاطب کیا ہے اس لئے) جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہو اس کے لئے بال ناخن وغیرہ کاٹنے میں کوئی حرج نہیں، اور اسی بنیاد پر اگر انسان اپنی اور اپنے اہل خانہ کی جانب سے ایک ہی قربانی کرنا چاہتا ہو، جیسا کہ یہی سنت بھی ہے، تو اہل خانہ پر بال و ناخن کاٹنے کی پابندی نہیں ہوگی۔

ہاں البتہ اگر کسی کے پاس قربانی کی استطاعت نہ ہو، اور وہ نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ اپنا بال کاٹے، ناخن تراشے، مونچھیں کاٹے اور زیر ناف کے بال صاف کرے تو اس کو قربانی کا اجر ملے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”أُمِرْتُ بِيَوْمِ الْأَضْحَى عِيدًا جَعَلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ“. قَالَ الرَّجُلُ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا أُضْحِيَّةً أُنْثَى أَفَأُضَحِّي بِهَا؟ قَالَ: ”لَا، وَلَكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَأَظْفَارِكَ وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ، فَتِلْكَ تَمَامُ أُضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ“. [سنن أبی داود: 3/93، حدیث: 2789، وسنن النسائی: 7/212، حدیث: 4365]

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے عبداللہ بن عمرو کے شاگرد عیسیٰ بن ہلال صدفی کے مجہول ہونے کے سبب ضعیف قرار دیا ہے، جبکہ مسند احمد کے محققین فرماتے ہیں: ”إسناده حسن“ (اس کی سند حسن ہے، دیکھئے: مسند أحمد طبع الرسالۃ: 11/139، حدیث: 6575)۔ اسی طرح سنن نسائی کے معروف شارح علامہ آدم ابن الشیخ الاثیوبی نے اپنی شرح میں عیسی کی تجہیل سے عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے بوجوہ اسے حسن قرار دیا ہے۔ [دیکھئے: ذخیرۃ العقبی فی شرح المجتبی: 33/285]

عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے قربانی کے دن کو عید بنانے کا حکم دیا گیا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا فرمایا ہے۔ ایک شخص نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے اگر میرے پاس صرف ایک مادہ (عطیہ کا) جانور ہو تو میں اس کی قربانی کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم اپنے بال اور ناخن کاٹ لو، اور مونچھیں کتر لو اور زیر کے بال صاف کر لو، یہ سارے کام اللہ عزوجل کے ہاں تمہاری پوری قربانی ہوں گے۔

**یوم عرفہ کا روزہ:**

عشر ذی الحجہ کی نویں تاریخ جسے یوم عرفہ کہا جاتا ہے اس کی بڑی فضیلت وارد ہے، غیر حجاج کے لئے اس تاریخ کے روزہ کی بھی بڑی فضیلت ہے۔

”قَالَ (أبو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ): وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ: ”يُكَفِّرُ السَّنَةَ

**الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ''.** [صحیح مسلم:1162]

ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ اگلے اور پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے''۔

البتہ حجاج کرام کے لئے یہ روزہ مستحب نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں روزہ کی حالت میں نہ تھے، جیسا کہ ام الفضل بنت الحارث کی روایت میں ثابت ہے۔ [دیکھئے: صحیح مسلم: 1123]

## آفاقی عرفہ کا روزہ کب رکھیں؟

عام طور پر عرفہ کے روزہ کے سلسلہ میں اس امر میں اختلاف رونما ہوتا ہے کہ آفاقی عرفہ کا روزہ اپنے ملکوں کے مطلع اور رویت کے مطابق نویں ذی الحجہ کو رکھیں یا پھر جس دن حجاج کرام مشعر عرفات میں وقوف کرتے ہیں؟

یہ مسئلہ بنیادی طور پر مطالع کے اختلاف واتحاد کے معروف مسئلہ پر موقوف ہے، جس سے نماز، روزہ، حج اور طلوع وغروب آفتاب اور اس کے علاوہ دیگر بکثرت مسائل متعلق ہیں۔ اور علماء محققین کے یہاں مطالع کا اختلاف معتبر ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں راجح موقف یہ ہے کہ تمام لوگ اپنے ملک کی رویت کے مطابق نویں تاریخ کو روزہ رکھیں گے۔

علامہ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

**سئل فضيلة الشيخ - رحمه الله تعالى -: إذا اختلف يوم عرفة نتيجة لاختلاف المناطق المختلفة في مطالع الهلال فهل نصوم تبع رؤية البلد التي نحن فيها أم نصوم تبع رؤية الحرمين؟**

**فأجاب فضيلته بقوله: هذا يبنى على اختلاف أهل العلم: هل الهلال واحد في الدنيا كلها أم هو يختلف باختلاف المطالع؟ والصواب أنه يختلف باختلاف المطالع، فمثلاً إذا كان الهلال قد رؤي بمكة، وكان هذا اليوم هو اليوم التاسع، ورؤي في بلد آخر قبل مكة بيوم وكان يوم عرفة عندهم اليوم العاشر فإنه لا يجوز لهم أن يصوموا هذا اليوم لأنه يوم عيد، وكذلك لو قدر أنه تأخرت الرؤية عن مكة وكان اليوم التاسع في مكة هو الثامن عندهم، فإنهم يصومون يوم التاسع عندهم الموافق ليوم العاشر في مكة، هذا هو القول الراجح، لأن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: ''إذا رأيتموه فصوموا وإذا رأيتموه فأفطروا'' وهؤلاء الذين لم يُر في جهتهم لم يكونوا يرونه، وكما أن الناس بالإجماع يعتبرون طلوع الفجر وغروب الشمس في كل منطقة بحسبها، فكذلك التوقيت الشهري يكون كالتوقيت اليومي.** [مجموع فتاوی ورسائل العثیمین:20/47]

**سوال:** مختلف ممالک میں مطالع ہلال کے اختلاف کے سبب اگر عرفہ کا دن مختلف ہو تو کیا ہم اپنے ملک کی رویت کے اعتبار سے عرفہ کا روزہ رکھیں یا حرمین کی رویت کے اعتبار سے؟

**جواب:** یہ مسئلہ اہل علم کے اس اختلاف پر مبنی ہے کہ آیا ہلال پوری دنیا میں ایک ہی ہے یا پھر مطالع کے اختلاف کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے؟ صحیح بات یہ ہے کہ ہلال ایک نہیں بلکہ

مطالع کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، بنابریں اگر مکہ میں ہلال نظر آئے اور وہاں نویں تاریخ ہو، اور دوسرے ملک میں مکہ سے ایک دن پہلے نظر آئے تو ان کے یہاں یوم عرفہ دسویں تاریخ کو ہوگا، اور ایسی صورت میں ان کے لئے روزہ رکھنا جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ عید کا دن ہے، اسی طرح اگر مان لیا جائے کہ کہیں مکہ سے ایک دن تاخیر سے رویت ہوئی ہو تو مکہ میں نویں تاریخ اُن کے یہاں آٹھویں تاریخ ہوگی، ایسی صورت میں وہ اپنے یہاں کی نویں تاریخ کو روزہ رکھیں گے جو مکہ میں دسویں تاریخ ہوگی، یہی قول راجح ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا“.[بخاری: ۱۹۰۰] جب تم ہلال دیکھو تو روزہ رکھو اور جب ہلال دیکھو اور روزہ چھوڑ و۔

اور یہ لوگ جن کی طرف ہلال نظر نہیں آیا وہ ہلال دیکھ والے نہیں کہلائیں گے۔ نیز جس طرح لوگ اجماعی طور پر صبح صادق اور غروب آفتاب کا اعتبار اپنے اپنے ملک کے مطابق کرتے ہیں، اسی طرح ماہانہ اوقات کی تعیین بھی یومیہ اوقات کی تعیین جیسی ہوگی۔

## قربانی:

قربانی خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اپنے لخت جگر اسمٰعیل علیہ السلام کی عظیم قربانی کی یادگار ہے، جسے اللہ عزوجل نے اپنے خلیل کی محبوب ادا کے طور پر شریعت اسلامیہ کا ایک عظیم الشان شعار قرار دیا ہے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظیم الشان عبادت اور قربت الٰہی کا ذریعہ ہے، قربانی حکم الٰہی پر تسلیم ورضا اور فدائیت کی نہایت اعلیٰ مثال ہے۔

## قربانی کا حکم:

اہل علم کے صحیح قول کے مطابق قربانی سنت مؤکدہ ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”إِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ، وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعَرِهِ وَبَشَرِهِ شَيْئًا“ جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہوجائے تو جسے قربانی کرنے کا ارادہ ہو اسے چاہئے کہ اپنے بال اور جسم کی کسی چیز کو نہ کاٹے۔[مسلم:1977]

حدیث رسول میں ”قربانی کرنے کا ارادہ ہو“ کی تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے۔ [المغنی:۱۳/۳۶۱ والمجموع:۸/۳۵۶]

اور ابوسریحہ حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”لَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَمَا يُضَحِّيَانِ عَنْ أَهْلِهِمَا خَشْيَةَ أَنْ يُسْتَنَّ بِهِمَا“ [سنن کبری بیہقی (۱۹۵۰۸)، دیکھئے: ارواء الغلیل ۴/۳۵۵/۱۱۳۹، صحیح]

میں نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ کبھی کبھار اس خوف سے قربانی نہیں کرتے تھے کہ کہیں لوگ انہیں دیکھ کر اسے واجب نہ سمجھنے لگیں۔

اور ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”إِنِّي لأَدَعُ الأَضْحَى وَإِنِّي لَمُوسِرٌ مَخَافَةَ أَنْ يَرَى جِيرَانِي أَنَّهُ حَتْمٌ عَلَيَّ“.

کہ میں استطاعت کے باوجود قربانی نہیں کرتا ہوں اس خوف سے کہ کہیں میرے پڑوسی اسے فرض نہ سمجھ لیں۔[سنن کبری بیہقی (۱۹۵۱۱)، دیکھئے: ارواء الغلیل ۴/۳۵۵/۱۱۳۹، صحیح]

## قربانی کے ایام:

قربانی کا وقت نماز عید الاضحیٰ کے بعد سے شروع ہوکر ایام تشریق کے آخری دن (۱۳/ذی الحجہ) تک جاری رہتا ہے، اس طرح ذبح کی کل مدت چار دن ہے، البتہ پہلا دن ہی افضل ہے،

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ، فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا“ [بخاری:۹۵۱]

آج کے دن ہم سب سے پہلا کام نماز عید الاضحیٰ پڑھیں گے پھر واپس ہو کر قربانی کریں گے، لہٰذا جس نے ایسا کیا اُس نے ہماری سنت پالیا۔

نیز ارشاد ہے: ”...وكل أيام التشريق ذبح“ تمام ایام تشریق (ایام منیٰ ۱۱، ۱۲، ۱۳) ذبح کے دن ہیں۔ [الصحیحۃ: ۲۴۷۶، وصحیح الجامع: ۴۵۳۷، والتعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان: ۳۸۴۳]

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”أيام النحريوم الاضحى وثلاثة أيام بعده“. [زاد المعاد: ۲/۲۸۹]۔

قربانی کے ایام چار ہیں: عید کا دن اور اس کے بعد تین دن۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے مسئلہ میں علماء کے چار اقوال ذکر کئے ہیں، لیکن دلائل کی روشنی میں اس قول کو راجح قرار دیا ہے، اور فرماتے ہیں: یہی حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، اوزاعی اور امام شافعی رحمہم اللہ کی رائے ہے۔ [دیکھئے: زاد المعاد: ۲/۱۸۹، ہدی النبی ﷺ فی الأضاحی، نیز دیکھئے: التحقیق والایضاح لکثیر من مسائل الحج والعمرۃ والزیارۃ علی ضوء الکتاب (ص: 64)، والمنہج لمرید العمرۃ والحج (ص: 16)، والشرح الممتع: 7/499]

## قربانی کا طریقہ:

قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے، گائے، بیل، بھینس اور بکرا ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ چھری تیز کر کے جانور کو اس کے بائیں پہلو پر لٹا دیا جائے، اور ذبح کرنے والا اپنا پیر جانور کی گردن پر رکھے اور پھر ”بسم الله الله أكبر، اللهم هذا منك ولك ، اللهم هذا عني يا (اللهم تقبل مني)“ کہہ کر ذبح کرے، اور اگر قربانی کسی اور کی طرف سے ہو تو ”مني يا عني“ کے بجائے ”عن يا من“ کہہ کر اس کا نام لے۔ [دیکھئے متعلقہ حدیثیں: مسلم ۱۹۶۷، صحیح ابو داؤد: ۲/۵۴۰/۲۴۳۶، ارواء الغلیل: ۴/۳۶۶/۱۱۵۲]

## قربانی کا جانور:

قربانی کے مشروع جانور اونٹ، گائے اور بکری (تمام جنسوں اور نسلوں سمیت) ہیں ارشاد باری ہے:

﴿لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ [الحج: ۳۴]

تاکہ اللہ نے جو انہیں چوپائے عطا فرمائے ہیں ان پر اللہ کا نام لیں۔

”بهيمة الأنعام“ سے مراد اونٹ، گائے اور بکری ہے۔ [دیکھئے: تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۱۲، والمغنی: ۱۳/۳۶۸]

بکرا، مینڈھا، دنبہ ایک شخص اور اونٹ، گائے، بیل، بھینس سات اشخاص کی طرف سے کافی ہوں گے۔ بکری بکرا کا ایک سالہ، گائے، بیل، بھینس کا دو سالہ اور اونٹ اونٹنی کا پانچ سالہ ہونا ضروری ہے۔ علماء اہل حدیث رحمہم اللہ نے قربانی کے جانوروں میں دانتا ہونے کی شرط لگائی ہے، کیونکہ دانتا ہونے کی صورت میں مطلوبہ عمر کی تکمیل میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہ جاتا۔ اسی طرح قربانی کے جانور کا صحیح سالم، عیوب سے پاک، صاف ستھرا، فربہ اور خوبصورت ہونا چاہئے، چنانچہ اندھا، کانا، لولا، لنگڑا، مریض، عضو کٹا یا ٹوٹا، بہت زیادہ دبلا پتلا اور لاغر و کمزور جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔

## بھینس کی قربانی:

محققین امت کی تصریحات کی روشنی میں اس مسئلہ کے تفصیلی جائزہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بھینس اپنی حقیقت و ماہیت، جنس اور خصوصیات کے اعتبار سے بقر ہے اور ''بقر'' قربانی کا ایک منصوص جانور ہے۔ بھینس عرب کے علاوہ دیگر ممالک میں پائی جاتی ہے، بنابریں اسکی قربانی کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں اس کی زکاۃ کی طرح اسکی قربانی کے جواز کے بارے میں کبھی کسی کا اختلاف نہیں ملتا۔ جو دلیلیں بقر کے جواز و مشروعیت کے لئے ہیں وہی بھینس کے جواز کی بھی ہیں، کیونکہ اتحادِ جنس کا اعتبار ہے نسل ونوع کا نہیں۔

● **ائمۂ لغت عرب جنہوں نے شہادت دی ہے کہ بھینس گائے ہی کی قسم ہے:**

(۱) صاحب کتاب ''الحیوان'' علامہ ابو عثمان جاحظ بصری (۲۵۵ھ)۔(۲) علامہ محمد احمد ہروی (۳۷۰ھ)۔(۳) علامہ ابن سیدہ مرسی (۴۵۸ھ)۔(۴) علامہ ناصر خوارزمی مطرزی (۶۱۰ھ) (۵) علامہ محمد بطال رکبی (۶۳۳ھ)۔(۶) معروف امام لغت علامہ ابن منظور افریقی (۷۱۱ھ)۔(۷) علامہ احمد بن محمد فیُّومی (۷۷۰ھ) (۸) صاحب کتاب ''حیاۃ الحیوان الکبریٰ'' علامہ کمال الدین دمیری (۸۰۸ھ)۔ (۹) علامہ ابو الفتح محمد بن احمد ابشیہی (۸۵۲ھ)۔ (۱۰) علامہ زبیدی (۱۲۰۵ھ)۔ (۱۱) ڈاکٹر عبد الغنی ابوالعزم۔ (۱۲) شیخ عبد اللطیف عاشور۔ (۱۳) مجمع اللغۃ العربیۃ قاہرہ کے مولفین۔(۱۴) کونسل برائے جدید عربی زبان۔

● **ائمۂ تفسیر، حدیث اور فقہ جنہوں نے شہادت دی ہے کہ بھینس گائے ہی کی قسم ہے:**

(۱) امام سفیان ثوری (۱۶۱ھ)۔ (۲) امام مالک (۱۷۹ھ)۔ (۳) امام عبد الرحمن بن مہدی (۱۹۸ھ)۔(۴) امام اسحاق بن منصور کوسج (۲۵۱ھ)۔ (۵) علامہ ابن حزم (۴۵۶ھ)۔ (۶) علامہ مازری (۵۳۶ھ)۔ (۷) علامہ برہان الدین محمود بن احمد بخاری (۶۱۶ھ)۔(۸) علامہ ابن قدامہ مقدسی (۶۲۰ھ)۔(۹) علامہ مجد ابن تیمیہ (۶۵۲ھ)۔ (۱۰) امام ابو زکریا نووی (۶۷۶ھ)۔ (۱۱) علامہ فخر الدین زیلعی حنفی (۷۴۳ھ)۔(۱۲) علامہ محمد بن عبداللہ الزرکشی (۷۷۲ھ)۔ (۱۳) علامہ محمد بن محمد بابرتی (۷۸۶ھ)۔ (۱۴) علامہ بدر الدین عینی (۸۵۵ھ)۔ (۱۵) علامہ زین الدین المعروف بابن نجیم المصری (۹۷۰ھ)۔ (۱۶) علامہ منصور بہوتی (۱۰۵۱ھ)۔ (۱۷) علامہ عبد الباقی بن یوسف زرقانی (۱۰۹۹ھ)۔ (۱۸) علامہ محمد بن عبداللہ خرشی مالکی (۱۱۰۱ھ)۔(۱۹) علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی (۱۱۲۲ھ)۔(۲۰) علامہ سلیمان بن محمد بجیر می مصری (۱۲۲۱ھ)۔(۲۱) علامہ محمد احمد دسوقی (۱۲۳۰ھ) (۲۲) علامہ احمد محمد خلوتی صاوی مالکی (۱۲۴۱ھ)۔(۲۳) علامہ عبدالغنی بن طالب دمشقی میدانی (۱۲۹۸ھ)۔ (۲۴) علامہ عبد الرحمن جزیری (۱۳۶۰ھ)۔ (۲۵) علامہ ابن عاشور (۱۳۹۳ھ) (۲۶) شیخ سید سابق (۱۴۲۰ھ) (۲۷) شیخ ابو مالک کمال بن السید سالم۔ (۲۸) فقہ انسائیکلوپیڈیا کویت کے مولفین۔(۲۹) الفقہ المیسر کے مولفین۔

● **ائمۂ کرام جنہوں نے بھینس کی قربانی کو بصراحت جائز قرار دیا ہے:**

(۱) امام اسحاق بن راہویہ (۲۳۸ھ)۔(۲) امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ)۔ (۳) امام ابن ابی حاتم (۳۲۷ھ)۔ (۳) محمد بن احمد ہاشمی (۴۲۸ھ)۔(۴) حافظ الاندلس علامہ ابن عبدالبر قرطبی (۴۶۳ھ)۔(۵) علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی اندلسی (۴۷۴ھ)۔ (۶) علامہ مرغینانی (۵۹۳ھ) (۷) علامہ ابوبکر

زبیدی یمنی (۸۰۰ھ)۔(۸)علامہ کمال الدین ابن الہمام (۸۶۱ھ) (۹)علامہ احمد بن محمد حلبی (۸۸۲ھ) (۱۰)علامہ موسیٰ حجاوی (۹۶۸ھ) (۱۱) علامہ ابن نجیم حنفی (۱۰۰۵ھ) ۔(۱۲) علامہ منصور بہوتی (۱۰۵۱ھ)۔(۱۳)علامہ احمد بن عبدالرحمن الساعاتی (۱۳۷۸ھ)۔ (۱۴) شیخ عبد العزیز السلمان (۱۴۲۲ھ)۔(۱۵) علامہ محمد عربی قروی۔(۱۶)استاذ دکتور وہبہ مصطفی زحیلی۔

● **ائمہ کرام جنہوں نے تصریح فرمائی کہ بھینس گائے ہی کی قسم ہے اس لئے اس میں زکاۃ واجب ہے:**

(۱) خلیفہ عمر بن عبد العزیز (۱۰۱ھ) ۔ (۲) حسن بصری (۱۱۰ھ)۔ (۳) عطاء خراسانی (۱۳۵ھ)۔ (۴) یونس بن یزید الایلی (۱۵۹ھ)۔ (۵)امام دار الہجرہ مالک بن انس (۱۷۹ھ) (۶) امام محمد بن ادریس الشافعی (۲۰۴ھ)۔(۷) علامہ ابن حزم (۴۵۶ھ)۔(۸) علامہ ابن قدامہ مقدسی (۶۲۰ھ)۔(۹)علامہ محمد الامین شنقیطی (۱۳۹۳ھ)۔(۱۰)علامہ ناصر الدین البانی (۱۴۲۰ھ) (۱۱)علامہ محمد بن صالح العثیمین (۱۴۲۱ھ)۔(۱۲) شیخ ابو مالک کمال بن السید سالم۔وغیرہ

● **ائمہ کرام جنہوں نے بھینس اور گائے کے حکم کی یکسانیت پر اجماع نقل فرمایا ہے:**

(۱) امام ابن المنذر (۳۱۹ھ) ۔ (۲) علامہ یحییٰ بن ہبیرہ شیبانی (۵۶۰ھ) ۔(۳) علامہ ابن قدامہ مقدسی (۶۲۰ھ)۔ (۴) علامہ علی بن محمد ابن القطان الفاسی (۶۲۸ھ)۔(۵) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)۔(۶) دکتور وہبہ مصطفی زحیلی (۷) شیخ محمد بن عبد العزیز السدیس ۔(۸) فقہ انسائیکلو پیڈیا کویت کے مولفین۔وغیرہ

● **علماء عرب جنہوں نے بھینس کی قربانی کے جواز کا فتویٰ دیا ہے:**

(۱) امام اسحاق بن راہویہ (۲۳۸ھ)۔ (۲)امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ)۔ (۳) امام اسحاق بن منصور الکوسج (۲۵۱ھ) (۴) امام ابوزکریا نووی (۶۷۶ھ)۔(۵)علامہ محمد بن صالح عثیمین (۱۴۲۱ھ) (۶) شیخ عبدالعزیز محمد السلمان (۱۴۲۲ھ)(۷)محدث العصر علامہ عبد المحسن العباد۔ (۸) فضیلۃ الشیخ مصطفی العدوی ۔ (۹) مدرس مسجد نبوی علامہ محمد مختار شنقیطی ۔ (۱۰) شیخ حامد بن عبد اللہ العلی ۔ (۱۱)فضیلۃ الشیخ الدکتور احمد الحجی الکردی ۔ (۱۲) فقہ انسائیکلو پیڈیا کویت کے مولفین۔(۱۳) شیخ محمد بن صالح المنجد۔(۱۴) شیخ علی بن نایف الشحود۔

● **علماء اہل حدیث ہند و پاک جنہوں نے بھینس کی قربانی کے جواز کا فتویٰ دیا ہے:**

(۱) علامہ نواب محمد صدیق حسن خان ۔(۲) شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی۔(۳) رئیس المناظرین علامہ ثناء اللہ امرتسری (۴) شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ پرتا پگڈھی۔(۵) شیخ الحدیث عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ ۔ (۶) محقق العصر مولانا عبدالقادر حصاروی۔ (۷) محدث دوراں حافظ محمد گوندلوی۔ (۸) فضیلۃ الشیخ حبیب الرحمن فیضی اعظمی۔(۹) محدث کبیر علامہ عبدالجلیل سامرودی (۱۰) نامور محقق علامہ حافظ صلاح الدین یوسف ’’صاحب تفسیر احسن البیان‘‘۔(۱۱) مرکزی جمعیت غرباء اہل حدیث ۔(۱۲) فضیلۃ الشیخ محمد رفیق اثری ۔ (۱۳) فضیلۃ الشیخ امین اللہ پشاوری ۔(۱۴) مفتی اعظم پاکستان علامہ محمد عبیداللہ عفیف۔(۱۵) معروف محقق حافظ زبیر علی زئی۔ (۱۶) حافظ ابویحییٰ نور پوری (۱۷) حافظ نعیم الحق عبد الحق ملتانی۔ (۱۸) مولانا ابوعمر عبد العزیز نورستانی ۔(۱۹) جماعت غرباء اہلحدیث کراچی کے مفتی شیخ عبدالقہار اور نائب مفتی شیخ محمد ادریس

سلفی صاحبان۔(۲۰) حافظ احمد اللہ فیصل آبادی۔

● **علماء اہل حدیث معاصرین جنہوں نے بھینس کی قربانی کے جواز کی تائید فرمائی ہے:**

۱۔فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر وصی اللہ عباس مدنی (مکہ مکرمہ)۔ ۲۔فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر محمد عزیر شمس (مکہ مکرمہ)۔ ۳۔فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف (لاہور)۔ ۴۔فضیلۃ الشیخ مفتی محفوظ الرحمٰن فیضی (مئو) ۵۔فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد القیوم بستوی مدنی (قطر)۔ ۶۔فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی (سعودی عرب)۔ ۷۔فضیلۃ الشیخ انیس الرحمٰن اعظمی عمری مدنی (تملناڈو)۔ ۸۔فضیلۃ الشیخ نور الحسن مدنی (بنگلور)۔ ۹۔فضیلۃ الشیخ عبدالہادی عبد الخالق مدنی (سعودی عرب)۔ ۱۰۔فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی (شارجہ)۔ ۱۱۔فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی (ممبئی)۔ ۱۲۔فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر الطاف الرحمٰن مدنی (مدینہ طیبہ)۔ ۱۳۔فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر آر کے۔نور محمد مدنی (چنئی)۔ ۱۴۔فضیلۃ الشیخ حافظ عبد العظیم مدنی (بنگلور)۔ ۱۵۔فضیلۃ الشیخ شمیم احمد خلیل سلفی (قطر) ۱۶۔فضیلۃ الشیخ ابو عدنان محمد منیر قمر (سعودی عرب)۔ ۱۷۔فضیلۃ الشیخ شہاب اللہ مدنی (شارجہ)۔ ۱۸۔فضیلۃ الشیخ حمزہ باقوی (کیرلا)، وغیرہم، جزاہم اللہ خیراً۔[تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: بھینس کی قربانی ایک علمی وتحقیقی جائزہ تیسرا ایڈیشن]

**مردے کی طرف سے قربانی:**

اس سلسلہ میں علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قربانی درحقیقت زندوں کے حق میں مشروع ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے قربانیاں کیا کرتے تھے، اور جہاں تک بعض جاہل عوام کا خیال ہے کہ قربانی صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے تو اس کی کوئی حقیقت نہیں۔اور مردوں کی طرف سے قربانی کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ یہ کہ زندوں کے ساتھ مردوں کی طرف سے بھی کی جائے، مثلاً آدمی اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرے اور اس کے ذریعہ زندوں اور مردوں سب کی نیت کرے، اس قسم کی دلیل نبی کریم ﷺ کی وہ قربانی ہے جو آپ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی طرف سے کرتے تھے، جبکہ آپ کے اہل خانہ میں سے بہت سے لوگ پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔

۲۔ یہ کہ مردوں کی طرف سے اس لئے کی جائے کہ وہ اس کی وصیت کر گئے ہوں، تو وصیت کا نفاذ جائز ہے، س کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے...جس میں مرنے والا اپنے اہل کو کسی خیر کی وصیت کر گیا ہو اور وہ اسے نافذ نہ کریں تو ان کے گناہ گار ہونے کا ذکر ہے...:

﴿فَمَنۢ بَدَّلَهُۥ بَعۡدَ مَا سَمِعَهُۥ فَإِنَّمَآ إِثۡمُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُۥٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٞ﴾ [البقرة:۱۸۱] تو جس شخص نے اسے (وصیت) سننے کے بعد بدل دیا اس کا گناہ بدلنے والے ہی پر ہوگا واقعی اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے۔

۳۔ یہ کہ زندوں کو چھوڑ کر صرف مردوں کی طرف سے انہیں ثواب پہنچانے کے لئے قربانی کی جائے، تو یہ بھی جائز ہے، فقہائے حنابلہ نے صدقہ پر قیاس کرتے ہوئے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اس قربانی کا ثواب مردے کو پہنچے گا، اور میت اس سے فائدہ اٹھائے گا، جیسے کہ صدقہ کا پہنچتا ہے، لیکن ہمارے کہنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ انفرادی طور پر صرف میت کی طرف سے قربانی کرنا سنت رسول ﷺ ہے، اس لئے کہ آپ نے اپنے فوت شدہ اقارب میں سے کسی کی طرف سے خاص قربانی نہ کی، نہ اپنے چچا (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کی

طرف سے، نہ اپنی زندگی میں فوت شدہ اولاد تین شادہ شدہ بیٹیوں اور تین چھوٹے بیٹوں کی طرف سے، اور نہ ہی اپنی عزیز ترین رفیقۂ حیات مائی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے۔ اور نہ ہی عہد نبوت میں کسی صحابی ہی سے منقول ہے کہ ان میں سے کسی نے اپنے فوت شدہ اقارب میں کسی کی طرف سے خاص قربانی کی ہو۔ [احکام الأضحیۃ والذکاۃ۔ باختصار]

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے قربانی کا حکم:

بعض لوگ بسا اوقات بڑی عقیدت سے ایک جانور کی قربانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے کرتے ہیں، جبکہ ایسا کرنا جائز نہیں، کیونکہ عبادات میں اصل ممانعت ہے، تا آنکہ اس کی کوئی مستند دلیل ہو۔

جہاں تک رہا مسئلہ سنن میں علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا جسے لوگ اس عمل کی دلیل بناتے ہیں، کہ وہ ''حکم رسول'' یا ''وصیت رسول'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق دو مینڈھے لاتے تھے اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے اور دوسرا اپنی طرف سے قربان کرتے تھے' بوجوہ اس مسئلہ کے لئے قابل حجت نہیں، حدیث یہ ہے:

عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالآخَرُ عَنْ نَفْسِهِ، فَقِيلَ لَهُ: فَقَالَ: ''أَمَرَنِي بِهِ''- يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ - فَلَا أَدَعُهُ أَبَدًا''. [جامع الترمذی: ۱۴۹۵، وسنن أبی داود: ۲۷۹۰، ومسند أحمد طبع الرسالۃ: ۸۴۳/۲۰۵/۲]

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے، ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے اور دوسری اپنی جانب سے، اس بارے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے، لہٰذا میں اسے کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔

۱۔ یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابو الحسناء مجہول اور شریک نخعی سیء الحفظ اور حنش ضعیف ہیں۔ [دیکھئے: ضعیف أبی داود- الام: 2/371، حدیث: 483، ومسند أحمد طبع الرسالۃ: 2/206۔ ضعیف سنن الترمذی: ص: ۱۷۵، حدیث: ۲۵۴]

۲۔ بالفرض اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ وصیت کا معاملہ ہوگا (جیسا کہ سنن ابوداود کی روایت میں ''أوصانی'' کے لفظ کی صراحت ہے) جو علی رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے، دوسرے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت نہیں کی ہے، لہٰذا نص پر توقف لازم ہوگا اس سے تجاوز نہیں کیا جائے گا۔ واللہ اعلم

## چند متفرق مسائل:

۱۔ قربانی کا گوشت حسب ضرورت خود کھائیں، اعزاء و اقارب کو کھلائیں اور محتاجوں میں تقسیم کریں، حسب حال غیر مسلموں کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ [سورۃ الحج: ۲۸، ۳۶]

۲۔ قربانی کے کسی بھی حصہ کو بیچنا جائز نہیں ہے خواہ اس کا بال یا اس کی جلد ہی کیوں نہ ہو، اور نہ ہی اس میں سے قصاب کی مزدوری دینی جائز ہے۔ [بخاری: ۱۷۱۶ و مسلم: ۱۳۱۷]

۳۔ بکرا بکری ایک شخص اور اس کے اہل وعیال، اسی طرح اونٹ، گائے، بیل، بھینس سات اشخاص اور ان کے اہل وعیال کی جانب سے کافی ہیں۔ [صحیح سنن ترمذی: ۱۵۰۵]

۴۔ خصی جانور کی قربانی حلال اور جائز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصی کی قربانی کی ہے۔ [سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۲، ومسند احمد: ۲۵۰۴۶، صحیح دیکھئے: ارواء الغلیل: ۱۱۴۷/۳۶۰/۴]

واللہ اعلم وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین۔

تنبیہات وتوضیحات

# ملتِ ابراہیمی یا دینِ ابراہیمی؟ - جدید تعبیر کا جائزہ

● ڈاکٹر سفیان قاضی مدنی (رئیس مرکز کوکن، استاد عقیدہ جامعہ محمدیہ کوکن)

ابراہیمی تصور دراصل توحیدِ خالص، دعوتِ حکیمانہ، صبرِ جمیل اور توکلِ کامل کا جامع نام ہے، جو ہر دور کے مومن کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ ایسا عظیم اور تابندہ نام جسے رہتی دنیا تک عزت وتوقیر کے ساتھ یاد کیا جاتا رہے گا۔ آپ علیہ السلام کو ابوالانبیاء، خلیل اللہ اور امتِ واحدہ، دعوت، قربانی، صبر اور یقین کا کامل پیکر۔ بے مثال شخصیت، کامل اخلاص، غیر متزلزل توکل اور عظیم استقامت کی روشن دلیل۔ اسلامی تاریخ میں آپ علیہ السلام کی ذات ایک ہمہ جہت نمونہ ہے۔

قرآنِ مجید میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر نہایت عظمت اور جلال کے ساتھ آیا ہے۔ ان کا نام تقریباً انہتر (69) مرتبہ آیا اور ان کا تذکرہ پچیس سورتوں میں پھیلا ہوا ہے۔ ان کی سیرت کو لوط علیہ السلام، اور ان کے بیٹوں اسماعیل واسحاق علیہما السلام، بلکہ تمام بعد کے انبیاء سے جوڑا گیا ہے، کیونکہ سب انہی کی نسل سے ہیں اور اس سلسلے کا اختتام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔ احادیثِ نبویہ میں بھی ان کے فضائل کثرت سے بیان ہوئے ہیں، جیسے واقعۂ معراج، قیامت کے دن سب سے پہلے لباس پہنائے جانے کا ذکر، اور اسلام کی بہت سی عبادات کا ان سے تعلق جیسے نماز، حج کے مناسک (طواف، سعی، زمزم، رمیِ جمرات، قربانی)۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں ملتِ ابراہیمی کی بنیادیں بیان کیں، ابراہیم کا ذکر کیا جو امام ہیں، بیت اللہ کی تعمیر کا ذکر کیا، اور قبلہ کو شعار بنایا، جس سے اہلِ اسلام دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں اسی لیے کہا جاتا ہے: اہلِ قبلہ۔“

قرآن نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سوانح حیات کو نہایت واضح اور دوٹوک انداز میں خاص طور پر توحید کے اثبات اور شرک کی تردید کے تناظر میں بیان کیا ہے۔ آپ علیہ السلام کی دعوت کا انداز نہایت حکیمانہ، بلیغ اور دل نشین تھا، جس کی ایک روشن مثال سورۂ مریم کی یہ آیات ہیں:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ﴿٤٢﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾ قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ ۖ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ ۖ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿٤٦﴾ قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ ۖ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي ۖ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴿٤٧﴾ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ﴿٤٨﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا﴾ [مریم: ۴۱-۴۹]

ترجمہ: ”اور اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر یاد کیجیے، بے شک وہ بڑے سچے نبی تھے۔ جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا:

اے میرے ابا! آپ ایسی چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کے کسی کام آسکتی ہیں؟ اے میرے ابا! میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا، لہٰذا آپ میری پیروی کیجیے، میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ اے میرے ابا! شیطان کی عبادت نہ کیجیے، یقیناً شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اے میرے ابا! مجھے خوف ہے کہ آپ کو رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب نہ پہنچ جائے اور آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں۔

انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے منہ موڑتے ہو؟ اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا، اور تم مدت تک مجھ سے دور رہو۔

ابراہیم نے کہا: آپ پر سلام ہو، میں اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دعا کروں گا، بے شک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔

اور میں آپ لوگوں سے اور ان چیزوں سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہوں جنہیں آپ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، اور میں اپنے رب کو پکارتا رہوں گا، امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔ پھر جب وہ ان سے اور ان کے معبودوں سے الگ ہو گئے تو ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیے، اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا۔

سبحان اللہ! توحید کی پاسداری کا کیا دوٹوک انداز ہے۔ اللہ رب العالمین نے نبوت اور کتاب کو آپ علیہ السلام کی اولاد میں یوں ہی نہیں جاری فرمایا، بلکہ یہ آپ علیہ السلام کی عظیم جدوجہد، اخلاص اور باطل کے مقابلے میں جرأت مندانہ قیام کا صلہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی آزمائشوں سے عبارت ہے: بت شکنی، قوم کی مخالفت، آگ میں ڈالا جانا، وطن چھوڑنا اور بیٹے کی قربانی کا حکم ہر مرحلے پر آپ علیہ السلام نے توکل علی اللہ اور ثابت قدمی کی ایسی مثال قائم کی جو رہتی دنیا تک اہلِ ایمان کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ توحید پر ڈٹ جانے کی، ہر آزمائش میں ثابت قدم رہنے کی، اور اللہ کے لیے مکمل طور پر جینے کی۔

توحید پر استقامت، صبر، اور اطاعت میں کامیابی کے نتیجے ہی میں اللہ نے انہیں یہ معزز مقام عطا فرمایا کہ انہیں امتِ حنیفیت کا درجہ دیا گیا۔ قرآن کریم نے جن ابراہیمی صفات کا تذکرہ کیا ہے انہیں بھی ملاحظہ کیجیے۔

### اوّلاً: ابراہیم ایک اُمّت تھے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾ [النحل: ۱۲۰-۱۲۲]

ترجمہ: بے شک ابراہیم ایک ایسی اُمّت تھے جو اللہ کے فرماں بردار، یکسو اور ہر باطل سے ہٹ کر خالص اسی کے ہو گئے تھے، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ وہ اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، اللہ نے انہیں چن لیا، سیدھا راستہ دکھایا، اور دنیا میں بھی انہیں بھلائی عطا کی، اور آخرت میں بھی وہ یقیناً صالحین میں ہوں گے۔

(أُمَّةً) یعنی وہ تنہا ایک جماعت کے برابر تھے ایمان، استقامت اور اعلیٰ اوصاف میں۔

﴿قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا﴾ یعنی وہ اللہ کے حکم پر قائم رہنے والے اور ہمیشہ کے لیے اسی کی طرف جھک جانے والے تھے۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی

چار عظیم صفات کے ذریعے تعریف کی:

1- ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً﴾

وہ خود ایک کامل نمونہ اور پیشوا تھے۔

اور عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: ''اُمت وہ ہے جو خیر کا معلم ہو''۔ ''اُمت'' اور ''امام'' میں فرق یہ ہے کہ امام ہر وہ چیز ہو سکتی ہے جس کی پیروی کی جائے، حتیٰ کہ راستہ بھی، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ﴾ [الحجر:۷۹]

لیکن ''اُمت'' وہ ہستی ہے جس میں کمال کی صفات جمع ہو جائیں، گویا وہ اکیلا ہی ایک مکمل جماعت بن جائے۔

2- ﴿قَانِتًا لِّلَّهِ﴾ یعنی ہمیشہ اطاعت میں مشغول رہنے والا۔

3- ﴿حَنِيفًا﴾ یعنی ہر باطل سے منہ موڑ کر مکمل طور پر اللہ کی طرف متوجہ۔

4- ﴿شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ﴾ یعنی نعمت کو پہچاننا، اسے اللہ کی طرف منسوب کرنا، اور اسے اسی کی رضا میں استعمال کرنا۔

یوں اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو علم، عمل، اور دعوت ان تینوں کے کمال پر سراہا۔

واقعی! ابراہیم علیہ السلام: ایمان اور عبادت میں ایک اُمّت تھے۔ حق پر ثابت قدمی اور قوم کے ظلم پر صبر میں ایک اُمّت تھے۔ حلم، نرم خوئی، حسنِ اخلاق اور مضبوط دلیل میں ایک اُمّت تھے۔ مشرکین سے براءت اور خالص امتیاز میں ایک اُمّت تھے۔ اور ہر معاملے میں اللہ کے سامنے کامل سپردگی میں ایک اُمّت تھے۔

**ثانیاً: ابراہیم اللہ کے خلیل تھے:**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ [النساء:۱۲۵]

ترجمہ: اس شخص سے بہتر دین کس کا ہو سکتا ہے جو اپنا چہرہ اللہ کے سپرد کر دے، نیکی کرنے والا ہو، اور ابراہیم کے طریقے کی پیروی کرے جو یکسو تھے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنا لیا۔

''خُلّت'' محبت کی وہ انتہا ہے جو دل کے ہر گوشے میں سرایت کر جائے۔ یہ مقام صرف ابراہیم علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوا۔

حدیث میں آیا ہے: **"إني أبرأ إلى الله أن يكون لي منكم خليل، فإن الله قد اتخذني خليلًا، كما اتخذ إبراهيم خليلًا..."**

اور ایک اور روایت میں:

**"لو كنت متخذًا خليلًا: لاتخذت أبا بكر خليلًا، ولكن صاحبكم خليل الله"**

ابن کثیر فرماتے ہیں: اللہ کا ابراہیم کو خلیل بنانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اطاعت، عبادت اور وفاداری کے اعلیٰ ترین درجے پر پہنچ گئے تھے، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ﴾ یعنی انہوں نے ہر حکم کو مکمل طور پر ادا کر دیا۔

**ثالثاً: ابراہیم ابوالانبیاء ہیں:**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ...﴾ [الحدید:۲۶]

اور فرمایا:

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي

﴿ذُرِّيَّتِهِ ٱلنُّبُوَّةَ وَٱلْكِتَٰبَ ...﴾[العنکبوت:۲۷]

ترجمہ: ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا، اور ان دونوں کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی... اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور ان کی نسل میں نبوت اور کتاب جاری کر دی۔ یعنی نوح علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء اور پھر ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی رسول آئے، سب ان ہی کی مبارک نسل سے ہوئے۔

ابراہیم علیہ السلام کی شان کا یہ بھی ایک عظیم پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو ان کی طرف منسوب فرمایا، اور ملتِ حنیفیہ کو ان کے نام سے موسوم کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿مِلَّةَ إِبْرَٰهِيمَ﴾ ۔ اللہ سبحانہٗ نے اس ملت کی عظمت کو مختلف انداز سے نمایاں کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد آنے والے تمام انبیاء نے اپنے آپ کو ان کی ملت کی طرف منسوب کرنے میں فخر محسوس کیا اور اپنی قوموں کو اسی کی دعوت دی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَمَن يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبْرَٰهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُۥ ۚ وَلَقَدِ ٱصْطَفَيْنَٰهُ فِى ٱلدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُۥ فِى ٱلْءَاخِرَةِ لَمِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ﴾[البقرۃ:۱۳۰]

ترجمہ: اور کون ہے جو ابراہیم کی ملت سے منہ موڑے، سوائے اس کے جس نے خود اپنی جان کو حماقت میں ڈال دیا ہو؟ حالانکہ ہم نے انہیں دنیا میں چن لیا تھا، اور وہ آخرت میں بھی یقیناً صالحین میں سے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کفار کے ان بدعات اور شرکیہ طریقوں کا رد کر رہا ہے جو انہوں نے ایجاد کیے، اور جو ابراہیم خلیل کی ملت کے خلاف ہیں، جو حنفاء کے امام تھے، انہوں نے خالص اپنے رب کی توحید اختیار کی، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا، ایک لمحہ کے لیے بھی شرک نہ کیا، اور اللہ کے سوا ہر معبود سے براءت اختیار کی، یہاں تک کہ اپنے باپ سے بھی الگ ہو گئے۔''

ابراہیم علیہ السلام کی دعوت تین واضح اصولوں پر قائم تھی:

**1۔ توحیدِ خالص:**

ہر قسم کے شرک سے مکمل بیزاری۔

﴿إِنَّنِى بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ﴾[الزخرف:۲۶]

**2۔ حق کے لیے مکمل استقامت:**

حتیٰ کہ اپنے باپ اور قوم سے بھی اختلاف کرنا پڑا۔

**3۔ باطل سے براءت:**

﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُۥٓ أَنَّهُۥ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ﴾

اسی حقیقت کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِۦٓ إِنَّنِى بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ﴾[الزخرف:۲۶]

ترجمہ: جب ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم سے کہا: میں ان سب سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو، سوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا، وہی مجھے ہدایت دے گا۔

اور فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ ٱسْتِغْفَارُ إِبْرَٰهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَآ إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُۥٓ أَنَّهُۥ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ لَأَوَّٰهٌ حَلِيمٌ﴾[التوبۃ:۱۱۴]

ترجمہ: اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے استغفار کرنا صرف ایک وعدے کی بنا پر تھا، پھر جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے، بے شک ابراہیم بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔

اور فرمایا: ﴿إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا...﴾[النحل:۱۲۰]

﴿وَمَن يَرۡغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبۡرَٰهِـۧمَ﴾ [البقرة:۱۳۰]

یعنی جو اس کے طریقے اور راستے سے ہٹ جائے۔

﴿إِلَّا مَن سَفِهَ نَفۡسَهُۥ﴾ [البقرة:۱۳۰]

ابو العالیہ اور قتادہ و دیگر مفسرین سے یہ وارد ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے ملت ابراہیمی کے اتنے واضح وشفاف تصور کے بعد بھی اس ملت کی مخالفت کی۔ کہ اس سے بڑی حماقت اور کیا ہوسکتی ہے کہ ابراہیم کی دعوت کے واضح ہونے کے بعد اور ان کی طرف نسبت فخر کے بعد بھی ان کے طریقے پر عمل نہ کیا جائے اور اس سے روگردانی اختیار کر لی جائے۔

اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿مَا كَانَ إِبۡرَٰهِيمُ يَهُودِيّٗا وَلَا نَصۡرَانِيّٗا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفٗا مُّسۡلِمٗا وَمَا كَانَ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ۝٦٧ إِنَّ أَوۡلَى ٱلنَّاسِ بِإِبۡرَٰهِيمَ لَلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ...﴾ [آل عمران:۶۷-۶۸]

ترجمہ: ابراہیم نہ یہودی تھے نہ عیسائی، بلکہ وہ یکسو مسلمان تھے، اور مشرکوں میں سے نہ تھے، اور ابراہیم سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کریں۔

اور فرمایا: ﴿إِذۡ قَالَ لَهُۥ رَبُّهُۥٓ أَسۡلِمۡۖ قَالَ أَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾ [البقرة:۱۳۱]

ترجمہ: جب ان کے رب نے فرمایا: اسلام لے آؤ، تو انہوں نے کہا: میں رب العالمین کے لیے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔

اور:

﴿وَوَصَّىٰ بِهَآ إِبۡرَٰهِـۧمُ بَنِيهِ وَيَعۡقُوبُ﴾ [البقرة:۱۳۲]

ترجمہ: ابراہیم اور یعقوب نے اپنی اولاد کو اسی دین کی وصیت کی کہ اے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے یہی دین پسند کیا ہے، لہٰذا تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے خود بھی اس دین کو مضبوطی سے تھاما اور اپنی اولاد کو بھی اسی پر قائم رہنے کی تاکید کی، کیونکہ انسان اکثر اسی حال پر مرتا ہے جس پر وہ زندگی گزارتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی ملت وہ روشن، خالص اور آفاقی راستہ ہے جس کی پیروی کا حکم خود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا گیا اور یہی توحید، اخلاص اور کامل اطاعت کا راستہ ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملتِ ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا تو ابراہیم علیہ السلام اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کامل ہوں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ملت کو ایسے عظیم طریقے سے قائم کیا اور اسے ایسا کامل درجہ عطا ہوا کہ اس کمال میں آپ سے پہلے کوئی نہ پہنچ سکا۔ اسی لیے آپ خاتم الانبیاء، تمام اولادِ آدم کے سردار، اور مقامِ محمود کے صاحب ہیں وہ مقام جس کی تمنا تمام مخلوق کرے گی، حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔

ابن مردویہ نے ابن ابزیٰ سے، انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت فرمایا کرتے تھے:

**"أصبحنا على ملة الإسلام، وكلمة الإخلاص، ودين نبينا محمد، وملة أبينا إبراهيم حنيفًا وما كان من المشركين"**

ترجمہ: ہم نے صبح کی اس حال میں کہ ہم اسلام کی ملت، کلمۂ اخلاص، اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین، اور اپنے باپ ابراہیم کی ملتِ حنیفہ پر قائم ہیں، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا دین اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**"الحنيفية السمحة"** ''یکسو اور آسان دین''۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لتعلم يهود أن في ديننا فسحة، إني أرسلت بحنيفية سمحة"

''یہود جان لیں کہ ہمارے دین میں وسعت ہے، بے شک میں آسان اور سیدھی حنیفیت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں''۔

ملت ابراہیمی کے حقیقی مفہوم کی تصحیح وتعین وتصدیق کے لیے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیتوں پر غور کریں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والوں کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ ملتِ ابراہیمی کی پیروی کریں:

"قل صدق الله فاتبعوا ملة إبراهيم حنيفًا وما كان من المشركين"

''کہہ دیجیے! اللہ نے سچ فرمایا، پس ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو یکسو تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے''۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یعنی اس ملت کی پیروی کرو جسے اللہ نے قرآن میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے مشروع کیا، یہی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں، اور یہی وہ طریقہ ہے جس سے زیادہ کامل، زیادہ واضح اور زیادہ مکمل کوئی طریقہ کسی نبی نے پیش نہیں کیا۔''

"وقالوا كونوا هودًا أو نصارى تهتدوا قل بل ملة إبراهيم حنيفًا وما كان من المشركين"

ترجمہ: انہوں نے کہا یہودی یا نصرانی بن جاؤ تو ہدایت پاؤ گے، کہہ دو! نہیں، بلکہ ہم ابراہیم کی ملت پر ہیں جو یکسو تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

اور فرمایا: "قولوا آمنا بالله وما أنزل إلينا وما أنزل إلى إبراهيم..."

ترجمہ: کہو! ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا... ہم ان میں کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لا تصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم..."

ترجمہ: اہلِ کتاب کو نہ سچ کہو نہ جھوٹا کہو، بلکہ کہو: ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا۔

اور فرمایا:

"فإن آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا..."

ترجمہ: اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پا جائیں گے، اور اگر وہ منہ موڑیں تو وہ مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں، پس اللہ تمہیں ان کے مقابلے میں کافی ہوگا۔

"صبغة الله"

ترجمہ: اللہ کا رنگ یعنی اللہ کا دین اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہوسکتا ہے؟ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

اور فرمایا:

"ملة أبيكم إبراهيم هو سماكم المسلمين"

ترجمہ: تمہارے باپ ابراہیم کی ملت کو لازم پکڑو، اسی نے تمہارا نام ''مسلمان'' رکھا۔

نیز فرمایا: "ومن أحسن دينًا ممن أسلم وجهه لله وهو محسن واتبع ملة إبراهيم حنيفًا"

ترجمہ: اس شخص سے بہتر دین کس کا ہوسکتا ہے جو اپنا چہرہ اللہ کے سپرد کر دے، نیکی کرے، اور ابراہیم کی ملت کی پیروی

کرے؟

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [النحل: ۱۲۳]

ترجمہ: پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کریں، جو یکسو تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

''حنیف'' وہ ہے جو شعوری طور پر شرک سے مکمل طور پر ہٹ جائے اور پوری یکسوئی کے ساتھ حق کی طرف متوجہ ہو جائے نہ کوئی رکاوٹ اسے روک سکے اور نہ کوئی اسے اس راستے سے پھیر سکے۔

ابراہیم علیہ السلام کی ذات تمام آسمانی تعلیمات میں توحید، اخلاص اور کامل اطاعت کی روشن علامت ہے، اور قرآن نے ان کی حقیقت کو ہر باطل نسبت سے پاک کر کے ہمیشہ کے لیے واضح کر دیا۔ قدیم زمانے سے ہر کوئی ان کی طرف نسبت اور محبت کا دعوی کرتا ہے اللہ رب العالمین نے یہود اور نصاری کے تعلق سے بھی بیان کیا کہ وہ بھی اس کے دعوے دار ہے مگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

"يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ..."

ترجمہ: اے اہلِ کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو، حالانکہ تورات اور انجیل تو ان کے بعد نازل ہوئیں؟

اور فرمایا: "مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا..."

''ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی، بلکہ وہ یکسو مسلمان تھے''۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قرآن کریم نے یہاں تک بیان کیا کہ یہود و نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ ابراہیم ان میں سے تھے، سراسر غلط ہے، کیونکہ وہ ان کے ظہور سے بہت پہلے گزر چکے تھے۔ فرمایا:

"إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ..."

ترجمہ: ابراہیم سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کریں اور یہ نبی (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اہلِ ایمان۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إن لكل نبي ولاة من النبيين وإن وليي منهم أبي وخليل ربي"

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ..."

کہہ دو! کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو، حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی؟

اور آخر میں فرمایا: "تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ..."

وہ ایک امت تھی جو گزر گئی، اس کے لیے اس کے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

محض نسبت کافی نہیں، بلکہ اصل چیز اتباع ہے۔ جو انبیاء کے راستے پر چلے وہی کامیاب ہے، اور جو نبیوں میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے، وہ سب کا منکر ہے خصوصاً خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

یہ بات محض اختلافِ رائے نہیں بلکہ ایک بنیادی حقیقت ہے: ''تمام مذاہب کو ابراہیم علیہ السلام کے نام پر ایک قرار دینا'' نہ تاریخی طور پر درست ہے، نہ قرآنی تعلیمات کے مطابق، اور نہ خود ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کے ساتھ انصاف کرنا ہے۔

قرآنِ کریم اس معاملے میں نہایت واضح اور دوٹوک مؤقف

دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا كَانَ إِبْرَٰهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ﴾

ترجمہ: ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی، بلکہ وہ یکسو مسلمان تھے، اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ [آل عمران: ۶۷]

یہ آیت اس پورے تصور کی بنیاد ہی کو رد کر دیتی ہے کہ مختلف متضاد عقائد کو ایک ہی ''ابراہیمی مذہب'' کے نام پر جمع کیا جا سکتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کی بنیاد توحیدِ خالص تھی ایسی توحید جس میں نہ شرک کی گنجائش ہے، نہ تحریف کی، نہ مصلحت کی۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کی اس دعوت کو بھی رد کیا:

**"وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا".**

ترجمہ: انہوں نے کہا یہودی یا نصرانی بن جاؤ تو ہدایت پاؤ گے، کہہ دو! نہیں، بلکہ ہم ابراہیم کی ملت پر ہیں جو یکسو تھے۔

یعنی ہدایت کسی مذہبی لیبل میں نہیں، بلکہ اس خالص راستے میں ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اختیار کیا اور وہ ہے صرف اللہ کی عبادت، بغیر کسی شریک کے۔ یہاں ''اتباع'' کا حکم ہے، ''امتزاج'' یا ''مصالحت'' کا نہیں۔ یعنی راستہ ایک ہے، سب راستوں کو برابر قرار دینا نہیں۔ آج جسے بعض لوگ ''ابراہیمی مذاہب'' کہہ کر پیش کرتے ہیں، اس کا مقصد بظاہر ''ہم آہنگی'' اور ''امن'' دکھایا جاتا ہے، لیکن فکری طور پر اس میں ایک بڑا مغالطہ ہے: یہ تصور اختلافات کو ختم نہیں کرتا بلکہ انہیں نظر انداز کرتا ہے۔ یہ توحید اور شرک کے فرق کو دھندلا دیتا ہے۔ یہ حق اور باطل کو ایک سطح پر لا کھڑا کرتا ہے۔ حالانکہ قرآن کا انداز اس کے بالکل برعکس ہے:

﴿قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ ... أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا﴾ [آل عمران: ۶۴]

کہہ دو! اے اہلِ کتاب، آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

یہ کہنا کہ ''ہم سب ابراہیم کو مانتے ہیں، اس لیے سب درست ہیں'' ایسے ہی ہے جیسے: کوئی کہے سب ڈاکٹر ایک ہیں، چاہے علاج درست ہو یا غلط۔ یا سب راستے منزل تک پہنچاتے ہیں، چاہے کچھ دلدل میں لے جائیں۔ یہ جذباتی بات تو ہو سکتی ہے، مگر عقلی یا دینی نہیں۔

لٰہذا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ ''ملتِ ابراہیمی'' اور ''دینِ ابراہیمی'' میں فرق ہے: ملتِ ابراہیمی خالص توحیدی راستے کا نام ہے جس کی طرف قرآن نے رہنمائی کی اور جسے بعد میں اسلام کی صورت میں کامل و جامع بنا دیا گیا، جبکہ ''دینِ ابراہیمی'' کے نام سے کوئی مستقل اور جداگانہ دین شریعتِ الٰہیہ نہیں بلکہ یہ ایک خودساختہ تعبیر ہے، جو لوگ ''دینِ ابراہیمی'' کے نام پر مختلف مذاہب کو یکجا کر کے ایک نیا تصور پیش کرتے ہیں وہ درحقیقت ابراہیم علیہ السلام کی اصل تعلیم یعنی توحیدِ خالص اور شرک سے براءت کو مسخ کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ یکسو ہو کر صرف اللہ کے فرمانبردار تھے، اس لیے ملتِ ابراہیمی کی پیروی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان خالص اسلام کو اختیار کرے، نہ کہ گھڑی ہوئی اصطلاحات کے ذریعے حق و باطل کو خلط ملط کرے۔

حرمت وعظمت

# مکہ مکرمہ - حرمت وتقدس کے آئینہ میں

● شیخ نثار احمد محمد مستقیم مدنی (شیخ الجامعہ جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

حرمین شریفین صدیوں سے امن کے گہوارے اور ایمان کے آبشار ہیں جہاں انسان وجانور، چرند وپرند جیسے ذی روح ہی نہیں بلکہ وہاں کے خود رو درخت اور پودے بھی حضرت انسان کی دست درازی سے مامون ہیں، حرمین شریفین اس نیلگوں آسمان کے نیچے روئے زمین پر رب العالمین کے وہ محبوب ترین، مبارک اور مقدس شہر ہیں جو توحید خالص کے نشان، مہبط وحی، مومنوں کے دلوں کی دھڑکن اور مرکز اسلام ہیں جہاں سے اسلامی تاریخ کا نقطہ آغاز اور نور ایمانی کی شروعات ہوئی ہے جہاں پر قیامت کے قریب ایمان آ کر سمٹ جائے گا ہمہ وقت جہاں رحمت الٰہی کا نزول اور ربانی فیوض وبرکات کا ظہور ہوتا ہے جمال وجلال جن کا خاصہ اور امن وامان جہاں کے خمیر کا اٹوٹ حصہ ہے اگر ایک وسط عالم میں کرہ ارضی کا بقعہ نور ہے جس کے قلب میں تنہا اللہ کی عبادت کی خاطر تعمیر کردہ وہ گھر خانہ کعبہ آباد ہے جس کے پہلو میں مقام ابراہیم، مطاف، حطیم، چاہ زمزم، مسعی نیز اس کے زیر سایہ منی مزدلفہ اور عرفات جیسے مشاعر حج اور غار حرا و غار ثور جیسے تاریخی مقامات موجود ہیں تو دوسرا مہاجر رسول مقدس شہر مدینہ طیبہ ہے جس میں تقوی کی بنیاد پر سید الخلق امام الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جانثار اصحاب کے ہاتھوں تعمیر شدہ مسجد نبوی، مسجد قبا آپ کا منبر، روضہ شریفہ، تین دیواروں کے درمیان آپ اور آپ کے دونوں دوست ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کے علاوہ بقیع غرقد اور جبل احد کے پہلو میں متعدد صحابہ کرام اور شہداء عظام مدفون ہیں علاوہ ازیں جنگ احد اور جنگ خندق کی وہ مقامات بھی ہیں جو تا قیامت صحابہ کرام کی مظلومیت اور ان کی بہادری کی داستان سنا رہے ہیں علاوہ ازیں عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا وقف کردہ بئر رومہ بھی ان کی سخاوت وفیاضی، خدمت خلق اور اخلاص وللّٰہیت کا ثبوت پیش کر رہا ہے۔

**حرمین شریفین کی حرمت وتقدس:**

سال کے بارہ قمری مہینوں میں جس طرح حرمت کے چار ماہ ہیں جن کے احترام وتعظیم میں ظلم وزیادتی اور قتل وخونریزی حرام ہے اسی طرح پورے اکناف عالم میں مکہ ومدینہ ہی دو ایسے پاکیزہ حرم ہیں جن کے ان گنت خصائص کے باعث اس دنیا میں انکا کوئی ثانی نہیں ہے، شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پوری دنیا میں حرمین کو چھوڑ کر حرم کا وجود اور تصور نہیں ہے حرم مکی اور مدنی ہیں، ان کے علاوہ حرم اقصی اور حرم ابراہیمی کی بات جو کہی جاتی ہے وہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ [الشرح الممتع: 7/215]

چنانچہ جہاں چہار دانگ عالم سے پورے سال حج وعمرہ کی

نیت سے بری، بحری اور فضائی راستوں سے آنے والے ضیوف الرحمن کو دو طرح کے حدود و مواقیت سے گزرنا پڑتا ہے بنابریں حالت احرام میں ایک محرم احرام کے محظورات سے بچ کر خود کو احکام الٰہی کا مکمل تابعدار بنا کر تواضع وفروتنی، شعائر اسلام کی تعظیم اور حرم کی حرمتوں کا نقیب و پاسدار قرار دیتا ہے علاوہ ازیں وہ سچ مچ توحید کا علمبردار اور صبر و شکیبائی کا پیکر مجسم نظر آتا ہے۔

حدود حرم میں داخل ہونے والے ضیوف الرحمن، زائرین اور وہاں کے مکینوں کو حرم کے تقدس، حرمت کا پاس و لحاظ رکھنا ضروری ہے تاکہ بلد امین اپنی جلوہ سامانیوں اور عظمت وجلال کا سکہ ہر قاصد کے قلوب و وجدان پر بٹھا سکے۔

حرمت سے مقصود ان کی تعظیم وتقدیس جو عمومی طور پر ہر طرح کے امن کا ضامن اور فرقہ پرستی کے عناصر سے کلی طور پر محفوظ ہو چنانچہ جگہ کی عظمت کے پیش نظر وہاں پر قتال، جانوروں، پرندوں کے شکار، نباتات کی قطع وبرید، ہر طرح کے ظلم وتعدی سے دوری، لاوارث سامانوں کو اچکنے سے گریز، شرک وبدعت سے کنارہ کشی، کسی کی ایذا رسانی اور اجر وثواب میں اضافے اور فیوض وبرکات کی آماجگاہ ہے۔

کیونکہ مکہ مکرمہ سے متعلق رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جیسا کہ عبداللہ بن عدی بن الحمراء فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حزورۃ کے مقام پر کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

**"واللَّهِ إنَّكِ لخيرُ أرضِ اللَّهِ، وأحبُّ أرضِ اللَّهِ إلى اللَّهِ، ولولا أنِّي أُخرِجتُ منكِ ما خرجتُ".**[صحیح الترمذی:3925]

''اللہ کی قسم! تو اللہ کی سب سے بہترین اور سب سے محبوب ترین سرزمین ہے، اگر مجھے تیرے یہاں سے نکالا نہ جاتا تو میں نہ نکلتا''۔

اور ابو شریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

**"إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِيهَا فَقُولُوا: إِنَّ اللهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ".**[صحیح بخاری:104وصحیح مسلم:1354]

"بیشک مکہ کو لوگوں نے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے حرمت والا قرار دیا، اب کسی ایسے شخص کے لیے حلال نہیں، جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، کہ وہ یہاں خون بہائے یا درخت کاٹے۔ اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کے قتال (کو دلیل بنا کر اپنے لیے) رخصت نکالنا چاہے تو اسے کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مکہ میں (قتال کی) اجازت دی اور تمہیں نہیں دی اور مجھے بھی دن کے کچھ وقت کے لیے (لڑائی کرنے کی) اجازت ملی ہے، اس کے بعد اس کی حرمت اسی طرح ہو گئی جس طرح کل تھی۔ موجودہ لوگ (یہ احکام) غائب لوگوں تک پہنچا دیں''۔

اس بلد حرام میں کسی کا محض برائی کا ارادہ کرنا ہی عذاب کا

موجب ہے گو بندہ نے برائی کا ارتکاب نہ کیا ہو۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾[الحج:۲۵]

''اور جو کوئی اس (حرم) میں کجروی (ناحق) یا ظلم کا ارادہ بھی کرے گا،ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے''۔

شیخ عبد الرحمن السّعدی رحمہ اللہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''محض ظلم اور الحاد کا ارادہ عذاب کا موجب ہے اگر چہ اس کے علاوہ فرد ظلم کے ارتکاب ہی کی صورت میں عقاب کا مستحق قرار پائے گا لہٰذا آیت کے اندر حرم کے احترام اور اس کی غیر معمولی تعظیم کو لازم قرار دیا گیا ہے اور وہاں معاصی کے ارادہ اور اس کی کوشش سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے''۔[تفسیر الشیخ السعدی:ص 671]

حرم مکی کے حدود میں کسی کافر مشرک کا داخلہ ممنوع ہے نبی ﷺ نے سن 9 ہجری میں فرمایا تھا۔

**"لایحج بعد العام مشرك ولايطوف بالبيت عريان".**[صحیح بخاری:4363وصحیح مسلم:1347]

''آئندہ سال کوئی مشرک حج اور خانہ کعبہ کا ننگا طواف نہیں کرے گا''۔

تا قیامت اس جگہ کو جنگ کا میدان نہیں بنایا جاسکتا نبی ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا تھا:

**"لا تغزى هذه بعد اليوم يوم القيامة".**[سنن الترمذی:1611وصححہ الألبانی فی السلسلة الصحيحة:2427]

''فتح مکہ کے دن رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: آج کے بعد روز قیامت تک یہاں جنگ نہیں کی جائے گی''۔

اگر کوئی جنگ کی خاطر پیش قدمی کرتا ہے تو اللہ اسے ناکام کردے گا آپ ﷺ کا فرمان ہے:

**"يَغْزُو جيشٌ الكعبةَ ، فإذا كانوا ببَيْدَاءَ من الأرضِ، خُسِفَ بأَوَّلِهم، ثم يُبْعَثُونَ على نِيَّاتِهِم".**[صحیح بخاری:2118وصحیح مسلم:2884]

''ایک لشکر کعبہ کی جانب پیش قدمی کرے گا چنانچہ جب وہ بیداء کے مقام پر ہوں گے تو اللہ انہیں دھنسا دے گا اور قیامت کے دن انہیں ان کی نیتوں پر اٹھائے گا''۔

اس کے علاوہ اگر کوئی حرم میں ناحق کسی کو خفیہ یا اعلانیہ قتل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ کی نگاہ میں بہت بڑا مجرم ہے نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

**"إن أعتى الناس على الله من قتل في حرم الله أو قتل غير قاتله أو قتل بذحُول الجاهلية".**

[مسند أحمد:6757وصححہ الأرناؤوط]

''سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے خلاف سرکشی کرنے والا وہ شخص ہے جس نے اللہ کے حرم میں قتل خونریزی کی یا اپنے قتل کرنے والے کو قتل کیا یا زمانہ جاہلیت کا بدلہ لینے کی خاطر کسی کو قتل کیا''۔

اور قتل تو دور کی بات ہے امن کی بستی میں خوف و ہراس کا ماحول پیدا کرنے کے لیے ہتھیار تک اٹھانا روا نہیں ہے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"لا يحل لأحدكم أن يحمل السلاح بمكة".
[صحیح مسلم:1356]

''تم میں سے کسی کے لئے بھی مکہ میں ہتھیار اٹھانا روا نہیں ہے''۔

**فضائل مسجد حرام:**

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِئَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ".
[مسند الامام أحمد:14694، وقال محققوہ: إسنادہ صحیح]

''میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں ایک نماز مسجد حرام کو چھوڑ کر بقیہ تمام مساجد کے بمقابل ہزار نمازوں سے زیادہ فضیلت کا باعث ہے اور مسجد حرام میں ایک لاکھ نماز سے زیادہ درجہ افضل ہے''۔

اہل علم کے مابین یہ مسئلہ اختلاف کا موضوع بنا ہوا ہے کہ یہ فضیلت مسجد حرام کو مختص ہے یا پورے حرم مکی کو شامل ہے شیخ ابن باز رحمہ اللہ وغیرہ پورے حرم کو مانتے ہیں درج ذیل دلائل کی بنیاد پر چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُۥ حَاضِرِي ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ﴾
[البقرۃ:۱۹۶]

''یہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے اہل خانہ مسجد حرام کے حاضرین میں سے نہ ہوں''۔

اس آیت میں مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے۔

اور فرمان باری تعالیٰ:

﴿سُبْحَٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِۦ لَيْلًا مِّنَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ﴾ [الاسراء:۱]

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات کے ایک پہر میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے اسراء کرایا گیا اور اسے مسجد حرام سے تعبیر کیا گیا۔

اسی طرح سنت سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حدیبیہ کے مقام پر تھے جو حدود حرم کے بالکل قریب تھا تو نماز کے وقت آپ حدود حرم میں داخل ہو کر نماز کی ادائیگی کیا کرتے تھے۔ [جزء من حدیث فی مسند الامام أحمد:18910، وقال محققوہ: إسنادہ حسن]

یہیں پر اللہ کا گھر خانہ کعبہ ہے جو تمام مسلمانوں کا قبلہ ہے جس کی طرف تمام مسلمانان عالم ہمہ وقت رکوع، سجدہ، قیام وقعود اور اس کے سامنے طواف کرتے ہیں

یہ مردوں اور زندوں کا قبلہ ہے جس کی طرف بول و براز کے موقع پر رخ کر کے یا پشت کر کے استنجاء وقضاء حاجت سخت منع ہے۔ علاوہ ازیں اسلام کا پانچواں رکن حج کے تمام ارکان، وواجبات، سنن ومستحبات اسی خانہ کعبہ اور حرم مکی کے سایہ میں انجام پاتے ہیں۔

ذوقِ اسلاف

# سلف صالحین اور حج کا احترام

● دکتور جاوید ندیم سنابلی مدنی (داعی و باحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

حج ایک عظیم بدنی عبادت اور اسلام کا پانچواں رکن ہے جو ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ، وَحَجِّ الْبَيْتِ". [صحیح البخاری:۸،صحیح مسلم:۱۶]

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، اور بیت اللہ کا حج کرنا''۔

حج ایک مکمل ایمانی درسگاہ ہے؛ یہ مومن کو اللہ کی عظمت وجلالت کا احساس دلاتا ہے توحید اور اسلامی شعائر کی اہمیت بتلاتا ہے؛ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سکھلاتا ہے امت مسلمہ کو وحدت اور ایمانی اخوت کا پیغام دیتا ہے موت کو یاد کرنے اور قیامت کی تیاری کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی حج میں بے شمار حکمتیں اور عظیم پیغامات پوشیدہ ہیں۔

حج کی عظیم اہمیت کے پیش نظر سلف صالحین حج کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ان کے نزدیک حج محض مناسک کی ادائیگی نہیں تھی؛ بلکہ یہ تقوی، رب کی عظمت، خشیت اور اخلاقی تربیت کا نام تھا۔ وہ حج کے دوران اپنی زبان کو فضول باتوں سے مکمل طور پر روک لیتے تھے اور صرف اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ درج ذیل سطروں میں دوران حج ان کے طرزِ عمل کا مختصر نمونہ پیش خدمت ہے:

**1- جریری کہتے ہیں:**

"أَحْرَمَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ، قَالَ: فَمَا سَمِعْنَاهُ مُتَكَلِّمًا إِلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ حَتَّى أَحَلَّ، قَالَ: فَقَالَ لِي: يَا ابْنَ أَخِي، هَكَذَا الْإِحْرَامُ". [الطبقات الکبری ابن سعد:۷-۲۲]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ذاتِ عرق ❶ سے احرام باندھا، تو ہم نے انہیں احرام کھولنے تک اللہ کے ذکر کے علاوہ کوئی بات کرتے نہیں سنا۔ پھر انہوں نے فرمایا: ''اے میرے بھتیجے! احرام ایسا ہی ہوتا ہے''۔

❶ [اہل عراق کا میقات، یہ مکہ سے شمال مشرقی سمت میں تقریباً 94 کیلو میٹر کی دوری پر واقع ہے۔ موجودہ زمانے میں اس علاقہ کا نام (الضريبة) ہے]

**2- عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں:**

"رَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رضي الله عنهم يَطُوفَانِ بِالْبَيْتِ جَمِيعًا، كَأَنَّ

عَلَى رُءُوسِهِمَا الطَّيْرُ تَخَشُّعًا".[أخبار مكة، الفاكهي، 203/1]

''میں نے عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کو ایک ساتھ بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا، وہ خشوع کی وجہ سے ایسے لگ رہے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں''۔

3۔ عطاء بن ابی رباح مزید کہتے ہیں:

"طُفْتُ وَرَاءَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهم، فَلَمْ أَسْمَعْ وَاحِدًا مِنْهُمَا يَتَكَلَّمُ فِي الطَّوَافِ".[أخبار مكة، الفاكهي، 202/1]

''میں نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے پیچھے طواف کیا، لیکن میں نے ان میں سے کسی کو طواف کے دوران گفتگو کرتے نہیں سنا''۔

4۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع بیان کرتے ہیں:

"لَقَدْ أَدْرَكْتُ أَقْوَامًا يَطُوفُونَ بِهَذَا الْبَيْتِ كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِهِمُ الطَّيْرُ خُشَّعًا".[أخبار مكة، الفاكهي، 202/1]

''میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جو اس گھر یعنی: کعبہ کا طواف اس طرح کرتے تھے جیسے خشوع کی وجہ سے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں''۔

5۔ منصور بن معتمر کہتے ہیں:

''كَانَ شُرَيْحٌ إِذَا أَحْرَمَ كَأَنَّهُ حَيَّةٌ صَمَّاءُ''.

[الطبقات الكبرى، ابن سعد، 262/8]

''قاضی شریح جب احرام باندھ لیتے تو ایسے ہو جاتے جیسے کوئی گونگا بہرا سانپ ہو''۔

6۔ خلاد بن عبدالرحمن کہتے ہیں:

''سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ أَيُّ الْحَاجِّ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَكَفَّ لِسَانَهُ.

قَالَ: وَأَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ، قَالَ: سَمِعْنَا أَنَّهُ مِنْ بِرِّ الْحَجِّ''.[مصنف عبد الرزاق:235/5]

''میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا: ''سب سے افضل حاجی کون ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''وہ جو کھانا کھلائے اور اپنی زبان قابو میں رکھے''۔ امام ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ یہ حج کی نیکی میں سے ہے۔ (یعنی حج مبرور کی علامت ہے)۔''

ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وجُمْلَةُ ذلك أنَّ قِلَّةَ الكلامِ فيما لا يَنْفَعُ مُسْتَحَبَّةٌ فى كل حالٍ، صِيَانَةً لِنَفْسِه عن اللَّغْوِ، والوُقُوعِ فى الكَذِبِ، وما لا يَحِلُّ، فإنَّ مَن كَثُرَ كَلَامُه كَثُرَ سَقَطُهُ، وفى الحديثِ، عن أبى هُرَيْرَةَ، عن رسولَ اللهِ ﷺ، أنَّه قال: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ"... وعنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: "مِنْ حُسْنِ إسْلَامِ المَرْءِ، تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيه"...

وهذا فى حالِ الإحْرامِ أشَدُّ اسْتِحْبَابًا؛ لأنَّه حالُ عِبادَةٍ واسْتِشْعَارٍ بِطَاعَةِ اللهِ عز وجل، فَيُشْبِهُ الاعْتِكافَ، وقد احْتَجَّ أحمدُ على ذلك... فيُسْتَحَبُّ لِلْمُحْرِمِ أن يَشْتَغِلَ بِالتَّلْبِيَةِ، وَذِكْرِ اللهِ تعالى، أو قِراءَةِ القُرْآنِ، أو أمْرٍ بِمَعْرُوفٍ، أو نَهْىٍ عن مُنْكَرٍ، أو تَعْلِيمٍ لِجَاهِلٍ، أو يَأْمُرَ بِحَاجَتِه، أو

يَسْكُتَ، وإن تَكَلَّمَ بما لا مَأْثَمَ فيه، أو أَنْشَدَ شِعْرًا لا يَقْبُحُ، فهومُباحٌ، ولا يُكْثِرْ".[المغنی،ابن قدامۃ: 115/5]

''اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر ضروری امور میں کم بولنا ہر حال میں مستحب ہے؛ تاکہ نفس لغو، جھوٹ اور ناجائز باتوں سے محفوظ رہے؛ کیونکہ جس کی گفتگو زیادہ ہوتی ہے، اس کی غلطیاں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ"[متفق علیہ: صحیح بخاری:6018،صحیح مسلم:47]

''جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ بھلائی کی بات کرے یا خاموش رہے''۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ المَرْءِ، تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ".

''آدمی کے اسلام کے حسن میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جو اس کے لیے بے فائدہ ہوں''۔[سنن الترمذی:2317،شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے]

حالت احرام میں اس -یعنی کم بولنے اور غیر ضروری گفتگو سے بچنے کی اور بھی زیادہ تاکید ہے کیونکہ یہ عبادت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے شعور کی حالت ہوتی ہے لہٰذا یہ اعتکاف کے مشابہ ہے۔

امام احمد بن حنبل نے اس پر استدلال کرتے ہوئے کہا کہ ''احرام باندھنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ تلبیہ، ذکر الٰہی، تلاوت قرآن، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، جاہل کو تعلیم دینا، یا اپنی ضرورت کی بات کہنا اختیار کرے، یا خاموش رہے۔اور اگر وہ ایسی بات کرے جس میں کوئی گناہ نہ ہو، یا ایسا شعر پڑھے جو قبیح نہ ہو، تو یہ جائز ہے، البتہ زیادہ کلام نہ کرے''۔

سلف صالحین کے حج کی روشنی میں اگر آج کے بعض مسلمانوں کے حج کا جائزہ لیں تو ایک افسردہ صورت حال سامنے آتی ہے بعض حجاج کرام حج سے متعلق اسلامی تعلیمات اور سلف صالحین کی زندگی سے غافل نظر آتے ہیں وہ حج میں ہر موضوع سے متعلق گفتگو کرتے ہیں بالخصوص سعودی عرب اور عالم اسلام کے حاکموں اور ان کی سیاست سے متعلق بھی جرأت کے ساتھ اظہار خیال کرتے ہیں کبھی کبھار آپس میں گالی گلوچ، بحث وتکرار اور جھگڑوں سے بھی باز نہیں آتے! یقیناً ایسے حاجیوں نے مکان، زمان اور حالت احرام کے احترام کو محسوس ہی نہیں کیا۔ فاللہ المستعان۔

بہت ضروری ہے کہ ہر حاجی دوران حج اپنا ایک علمی اور عملی پروگرام ترتیب دے زیادہ سے زیادہ ذکر الٰہی اور قرآن مجید کی تلاوت کرے حرم مکی میں نفل طواف اور فرائض کے ساتھ ساتھ زیادہ سے نوافل ادا کرنے کی کوشش کرے اور بہترین اُسلوب میں اپنی استطاعت بھر عوام کو بھلائیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکنے کی کوشش کرے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العالمین تمام حجاج کرام کا حج قبول فرمائے اور انہیں دنیا اور آخرت کی سعادتوں سے نوازے۔آمین۔

فقہ وفتاویٰ

# قربانی کے ایام تین دن یا چار دن؟

● دکتور عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ، ممبئی)

**سوال**: قربانی تین دن ہے یا چار دن؟ کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

**الجواب بعون الوہاب:**

قربانی کے ایام کی تعیین کے متعلق فقہاء امت کے درمیان قدیم زمانہ سے اختلاف چلا آ رہا ہے، چنانچہ بعض اہلِ علم نے اسے تین دن (یوم النحر یعنی عید الاضحیٰ کا دن اور دو دن اسکے بعد 11 اور 12 ذی الحجہ) تک محدود قرار دیا ہے، جبکہ جمہور فقہاء نے چار دن (یوم النحر اور تین دن اس کے بعد یعنی 11-12 اور 13 ذی الحجہ کی شام) تک اس کے جواز کا قول اختیار کیا ہے۔ مجموعی دلائل، نصوصِ شرعیہ، آثارِ صحابہ، اقوالِ فقہاء کی روشنی میں راجح اور اقرب الی الدلیل بات یہ ہے کہ قربانی کا وقت 10 ذوالحجہ یعنی عید الاضحیٰ کے دن نمازِ عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور 13 ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب تک باقی رہتا ہے، اس طرح قربانی کے کل چار دن ہیں۔ البتہ بلاضرورت تاخیر کرنا مناسب نہیں، بلکہ پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے، اور یہی سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ [البقرۃ: ۲۰۳]

’’اور (ایامِ تشریق کے) معلوم دنوں میں اللہ کا ذکر کرو۔ تو جو شخص دو دنوں میں جلدی کر لے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کر لے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں‘‘۔

نیز فرمایا: ﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ [الحج: ۲۸]

’’اور ان معلوم دنوں میں اللہ کے دیئے ہوئے مخصوص چوپایوں پر اللہ کا نام ذکر کریں‘‘۔

مفسرینِ کرام نے ان آیات کی تفسیر میں صراحت کی ہے کہ ’’ایامِ معلومات‘‘ سے مراد عشرۂ ذوالحجہ اور ’’ایامِ معدودات‘‘ سے مراد ایامِ تشریق ہیں۔ **"الأيام المعلومات فهي أيام العشر، و المعدودات فهي أيام التشريق"** [مزید دیکھئے: تفسیر الطبری، ج 18، ص 551] تفسیر ابن کثیر، ج 5، ص 415]۔ کہ **أیام معلومات** سے مراد عشرۂ ذی الحجہ ہیں اور ’’**أیام معلومات**‘‘ سے مراد ایام تشریق ہیں اور یہی قول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ایامِ تشریق بھی عبادت کے ایام ہیں اور قربانی کا عمل انہی ایام میں داخل ہے۔

اور لغوی اعتبار سے بھی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے استاذ گرامی مولانا انعام اللہ صاحب قاسمی رحمہ اللہ

اس بابت لکھتے ہیں:

اس قول 'یعنی وجہ تسمیہ' کے بموجب ایامِ تشریق کا اطلاق جتنے دنوں پر بھی ہوگا اس کا تعلق ذبیحہ اور قربانی سے ہوگا۔ کیونکہ کوئی ایسا دن جس میں قربانی جائز نہ ہو تشریق کا دن نہیں کہا جاسکتا لہٰذا جب یوم النحر کے بعد تین دنوں کو باجماعِ اُمت تشریق کہا گیا ہے تو قربانی بھی یوم النحر کے بعد تین دنوں تک جائز ہوگی۔[ایام قربانی:ص22]

اسی طرح حادیثِ نبویہ کے ذخیرہ میں نگاہ دوڑانے کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایام تشریق یعنی 11-12-13 پورے کے پورے ایام اکل وشرب اور ذکر الٰہی کے ساتھ ذبیحہ کے ایام بھی ہیں۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:"**كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ**"،یا "**ایام التشریق کلها ذبح**" کے الفاظ وارد ہیں جسے احمد بن حنبل نے المسند (رقم: 16151)،علی بن عمر الدارقطنی نے السنن (ج 4،ص 284) اور احمد بن الحسین البیہقی نے السنن الکبری (ج9،ص295) میں روایت کیا ہے۔یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کی سند بھی متصل ہے۔علامہ ناصر الدین البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔[السلسلۃ الصحیحۃ :5/621]

اسی طرح امام بیہقی اور حافظ ابن حجر العسقلانی نے اسے مجموعی اعتبار سے متصل قرار دیا ہے۔[فتح الباری، ج10،ص14]

اسی طرح صحیح مسلم میں ہے:"**أيام التشريق أيام أكل وشرب وذكر الله**"(رقم:1141)،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دن عبادت اور شعائرِ اسلام کے اظہار کے ہیں، اور قربانی ان میں شامل ہے۔اور اسکی بعض سندوں میں اکل وشرب اور ذکر کے ساتھ انھیں ایام ذبح یعنی قربانی کے دن بھی کہا گیا ہے جیسا کہ بیہقی کی مندرجہ ذیل روایت میں وارد ہے:**أن نافع بن جبير بن مطعم رضي الله عنه أخبره، عن رجل من أصحاب النبي ﷺ قد سماه نافع فنسيته، أن النبي ﷺ قال لرجل من غفار: "قُم فأذّن أنه لا يدخل الجنة إلا مؤمن، وأنها أيام أكل وشرب أيام مني" زاد سليمان بن موسى وذبح، يقول: أيام ذبح ابن جريج يقوله.**[السنن الکبریٰ للبیہقی:9/296]

کہ نافع نے جبیر بن مطعم سے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ ایک صحابی سے مروی ہے(نافع نام بھول گئے) کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ایک غفاری صحابی سے کہا کہ تم کھڑے ہو اور اعلان کردو کہ جنت میں صرف مؤمن ہی جائیں گے اور ایام منیٰ (ایام تشریق) کھانے پینے کے دن ہیں۔ابن جریج کہتے ہیں کہ ان کے اُستاذ سلیمان بن موسیٰ نے اسی حدیث کو بیان کرتے ہوئے ذبح کے لفظ کا اضافہ کیا ہے،یعنی وہ یہ بھی روایت کرتے تھے کہ یہ ذبح کے دن ہیں۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو بالکل صحیح قرار دیا ہے۔[السلسلۃ الصحیحۃ :5/621،رقم:2476]

چنانچہ مذکورہ معتبر دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پورے ایام تشریق قربانی کرسکتے ہیں اور یہ کل چار دن بنتے ہیں اور اسکی تائید بعض صحابہ کرام کے آثار واقوال سے بھی ہوتی ہے چنانچہ اس بابت مفسر قرآن عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ قربانی یوم النحر (10 ذوالحجہ) کے بعد تین دن (11،12،13 ذی الحجہ کے دن) ہیں۔(یعنی یوم النحر عید کے دن کو لے کر کل چار دن قربانی کے ہیں)۔[السنن الکبریٰ للبیہقی:9/296] خلیفہ راشد سیدنا علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ

نے جن معلوم دنوں میں قربانی کا حکم دیا ہے) ان معلوم دنوں سے مراد یوم النحر (10 ذی الحجہ) اور اس کے بعد تین دن (11، 12، 13 ذی الحجہ کے دن) ہیں۔ (اسے ابن المنذر نے روایت کیا ہے۔[کنز العمال:4528، نیز دیکھیے: زاد المعاد:2/291]

اسی طرح صحابیِ رسول جبیر بن مطعم، حضرت عبداللہ بن عمر اور تابعین میں عمر بن عبدالعزیز، امام عطا بن ابی رباح، امام حسن بصری، امام زہری، ابراہیم نخعی، مکحول، اوزاعی اور سلیمان بن موسیٰ رحمہم اللہ سے بھی یہی منقول ہے۔[مزید تفصیل دیکھئے التمہید لابن عبدالبر:23/196؛ شرح النووی علی مسلم:13/111؛ زاد المعاد لابن القیم:2/319؛ المحلیٰ لابن حزم:7/378؛ تفسیر ابن کثیر:5/416، دار طیبہ]

اور یہی موقف امام شافعی (الأم:2/244)، امام احمد بن حنبل (المغنی، ج13، ص373) اور دیگر مشاہیر ائمہ و محققین جیسے امام ابن المنذر، امام بیہقی، امام نووی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، امام ابن کثیر اور امام شوکانی رحمہم اللہ کے بھی ہیں کہ قربانی کے دن چار ہیں اور معتبر دلائل سے یہی ثابت بھی ہے۔

البتہ بعض اہلِ علم خصوصاً علمائے احناف کے یہاں قربانی صرف تین دن تک ہی ہے، تو یہ مرجوح قول ہے جسکی کوئی ٹھوس اور معتبر دلیل نہیں ہے اور بعض وہ آثار جن سے یہ استدلال کرتے ہیں جن میں آیا ہے: **"أيام النحر ثلاثة"**، لیکن یہ آثار موقوف ہیں اور ان کے مقابلے میں مرفوع حدیث موجود ہے: **"كل أيام التشريق ذبح"**، اور اصولِ حدیث کے مطابق **"المرفوع مقدم على الموقوف"**، لہٰذا چار دن کا قول راجح قرار پاتا ہے۔ علاوہ ازیں جمع و تطبیق کی صورت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین دن افضل ہیں اور چوتھا دن جواز کے لیے ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس باب میں دیگر صحابہ کے بعض آثار مزید پیش کئے جاتے ہیں جو پایہ ثبوت تک نہیں پہنچ پاتے ہیں، اس لئے یہ قابل حجت نہیں۔

اسی طرح فقہی قواعد کی رو سے بھی جمہور کا قول قوی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ شریعت میں توسع اور آسانی کا پہلو غالب ہے، اور ایامِ تشریق کو عبادت اور ذکر کے لیے خاص قرار دینا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ قربانی کا حکم بھی ان ایام تک باقی رہے۔

لہٰذا مجموعی دلائل، نصوصِ شرعیہ، آثارِ صحابہ، اقوالِ فقہاء کی روشنی میں راجح اور اقرب الی الدلیل یہی ہے کہ قربانی کا وقت 10 ذوالحجہ کو نمازِ عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور 13 ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب تک باقی رہتا ہے،

اس طرح قربانی کے کل چار دن ہیں۔

سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کمیٹی کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ:

**"أيام الذبح لهدي التمتع والقران والأضحية أربعة أيام: يوم العيد وثلاثة أيام بعده، وينتهي الذبح بغروب شمس اليوم الرابع في أصح أقوال أهل العلم".**

کہ علماء کے صحیح قول کے مطابق حج تمتع، حج قران اور قربانی کے لیے ذبح کرنے کے مقررہ ایام چار دن ہیں: بقر عید کا دن اور اس کے بعد کے تین دن جو چوتھے دن غروب آفتاب کے وقت ختم ہوتی ہے۔[فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ:11/406]

البتہ بلا عذر و ضرورت تاخیر کرنا مناسب نہیں، بلکہ پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

آئینۂ جمعیت وجماعت

# جمعیت کی دعوتی وتعلیمی سرگرمیاں

ادارہ

**صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی سرگرمیاں:**

۱/ مارچ ۲۰۲۶ء بروز اتوار مسجد رحیمیہ کھرڈی روڈ کوسہ میں بعد نماز ظہر ایک خصوصی درس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی ﷾ نے ''ماہِ رمضان کی بدعات'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

۸/ مارچ ۲۰۲۶ء بروز اتوار بعد نماز ظہر، مسجد اہل حدیث جلیل کمپاؤنڈ دھاراوی ممبئی شیخ عنایت اللہ مدنی ﷾ نے ''لیلۃ القدر، اعتکاف، صدقۃ الفطر، اور عید کے مسائل'' پر تفصیل سے روشنی ڈالی جس سے عوام الناس بھرپور فائدہ اٹھایا۔

۱۴/ مارچ ۲۰۲۶ء بروز سنیچر، جامع مسجد اہل حدیث مہسلہ میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی ﷾ نے بعد نماز عصر ''جنگ بدر'' اور بعد نماز تراویح ''جنت کی نعمتیں اور حصول جنت کے اعمال'' جیسے اہم موضوعات پر خصوصی درس پیش کیا۔

۱۵/ مارچ ۲۰۲۶ء بروز اتوار کو شیخ عنایت اللہ مدنی ﷾ نے مسجد اقصی اہل حدیث، چیتا کیمپ ٹرامبے میں ''آخری عشرہ اور محاسبہ عمل'' نیز آداب عید اور منکرات جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

۱۶/ مارچ ۲۰۲۶ء بروز پیر مسجد توحید دوستی پلانیٹ شل ممبرا، میں شیخ عنایت اللہ مدنی ﷾ نے ''بخل اور کنجوسی کی مذمت'' کے موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

۱۹/ مارچ ۲۰۲۶ء مسجد اہل حدیث مومن پورہ بائیکلہ میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ مدنی ﷾ نے ایک خصوصی درس میں اختتام رمضان اور محاسبہ نفس کے موضوع پر اہم خطاب پیش فرمایا۔

۲۹/ مارچ ۲۰۲۶ء بروز اتوار بعد نماز عصر تا ۱۰/ بجے شب مسجد توحید دوستی پلانٹ ممبرا میں ایک اہم اصلاح معاشرہ کانفرنس کا انعقاد ہوا جس کی صدارت شیخ عبدالسلام سلفی ﷾ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے کی اور جس میں دہلی سے شیخ محمد رحمانی ﷾، پونے سے شیخ ابوزید ضمیر ﷾ اور تلولی سے شیخ ابورضوان محمدی ﷾ نے شرکت کی اور اہم خطابات پیش فرمائے۔

۲۹/ مارچ ۲۰۲۶ء جامعہ اسلامیہ قرطبہ، بنکٹ، اعظم گڑھ، سالانہ اجلاس صبح ۱۰/ بجے تا ظہر میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی سے شیخ عنایت اللہ مدنی ﷾ نے شرکت اور ''دینی تعلیم کی اہمیت اور مدارس کا کردار'' کے موضوع پر خطاب کیا جبکہ بعد نماز عشاء جامع مسجد اہل حدیث شاہ پور، مغلانی، اعظم گڑھ میں ''نوجوانوں کے انحراف میں مودودیت اور اخوانیت کا کردار'' جیسے اہم اور حساس موضوع پر خطاب کیا۔

اس پروگرام میں شیخ عنایت اللہ مدنی صاحب نے نیابت کرتے ہوئے امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی شیخ عبدالسلام

سلفی حفظہ اللہ کے پیغامات وتاثرات پیش کیے۔ بطور خاص امیر محترم کے یہ سطور قابل ذکر ہیں:

میری شدید خواہش تھی کہ میں اس موقر ادارے 'جامعہ اسلامیہ قرطبہ' کے سالانہ پروگرام میں بنفسِ نفیس شریک ہوکران خوشگوار لمحات کا گواہ بنوں، لیکن گوناگوں دعوتی و جماعتی مصروفیات کے سبب رختِ سفر باندھنے سے قاصر رہا۔ تاہم، ہمارے عزیز مکرم، غیرتِ سلفیت کے پاسبان، فضیلۃ الشیخ انصار زبیر محمدی حفظہ اللہ (صدر فقہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی، ممبئی) کے مسلسل اصرار اور محبتوں کے پیشِ نظر چند تاثراتی کلمات بطورِ نصیحت ودعا ارسال کررہا ہوں۔

معزز سامعین! جامعہ کے نام میں شامل لفظ "قرطبہ" محض ایک نام نہیں، بلکہ ہماری شاندار اور روشن اسلامی تاریخ کا ایک عظیم استعارہ ہے۔ یہ اندلس کی اس علمی شان وشوکت کی یاد دلاتا ہے جب وہ پوری دنیا کے لیے علوم وفنون کا مرکز ہوا کرتا تھا اور تشنگانِ علم اپنی علمی وتحقیقی پیاس بجھانے وہاں کا رخ کرتے تھے۔ مجھے قوی امید ہے کہ جامعہ اسلامیہ قرطبہ کے حوصلہ منداور متلاشیانِ حق طلبہ اس تاریخ کو دہرانے کا عزم کریں گے اور اسی تعلیمی شاہراہ پر گامزن ہوں گے جو سلفِ صالحین کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔ یقیناً یہ نام مؤسسینِ جامعہ کے بلند عزائم، بلیغ نگاہی اور دعوت الی اللہ کے عظیم مقصد کا غماز ہے۔ عزائم پختہ ہوں تو منزلیں خود بڑھ کر قدم چوم لیتی ہیں۔

آج کے اس پرفتن دور میں، جہاں قدم قدم پر گمراہیاں اور نت نئے فکری وعملی انحرافات منہ کھولے کھڑے ہیں، دینی علوم کو عام کرنے کا یہ بیڑا، طلبہ کا تعلیمی مظاہرہ اور یہ سالانہ پروگرام وقت کی ایک بڑی ضرورت ہے۔ یہ پروگرام دراصل ایک آئینہ ہے جس میں جامعہ کے تعلیمی خدوخال، معیار اور کارکردگی کو بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔

۳۰/مارچ ۲۰۲۶ء بروز سوموار جامعہ عالیہ عربیہ مئو میں شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے بعد نماز عصر "تعلیم وتربیت کے بنیادی منہجی اصول" اور بعد نماز عشاء جامع مسجد بندی کلاں، محمد آباد گوہنہ، ضلع مئو، یوپی میں "وقت کی اہمیت اور والدین کا مقام" کے موضوعات پر روشنی ڈالی۔

۵/اپریل ۲۰۲۶ء بروز اتوار مسجد اہل حدیث کلوڑ پونہ میں شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ کا خصوصی درس رکھا گیا جس میں آپ نے "مساجد کی اہمیت وفضیلت" کے موضوع پر مدلل خطاب کیا۔

۱۱/اپریل ۲۰۲۶ء حج تربیتی پروگرام جامع مسجد اہل حدیث الفرقان شل ممبرا صبح ۱۰/بجے تا نماز ظہر شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے "مدینہ کے فضائل اور زیارت کے آداب" اور بعد نماز عشاء "امت پر صحابہ کے حقوق" پر خطاب کیا۔

یہ دوروزہ حج تربیتی پروگرام سنیچر اتوار ۱۱-۱۲/اپریل ۲۰۲۶ء کو امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ کی صدارت اور شیخ نیاز سنابلی وشیخ ارشد سکراوی حفظہما اللہ کی نظامت میں منعقد ہوا جس میں شیخ عبدالرشید سلفی/حفظہ اللہ (ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے "حج کی فرضیت اور اس کے عدم ادائیگی پر وعیدیں"، شیخ شمیم عبدالحلیم مدنی/حفظہ اللہ نے "حج بیت اللہ اور تزکیہ نفس" نیز شیخ عبدالشکور مدنی/حفظہ اللہ نے "حاجی اور معتمر سے ہونے والی غلطیوں کی نشاندہی" اور ڈاکٹر فاروق عبداللہ مدنی/حفظہ اللہ نے "حج کا مسنون طریقہ"، شیخ عاطف سنابلی/حفظہ اللہ نے "حج وعمرہ کے فوائد وثمرات" پر روشنی ڈالی اسی طرح شیخ الطاف الرحمن سلفی/

حفظہ اللہ نے بھی اپنی قیمتی نصیحتوں سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔

۱۱/اپریل ۲۰۲۶ء بعد نماز مغرب تا عشاء مسجد اہل حدیث حسن رائل گارڈن کے ایک اجتماع میں پونے سے آئے ہوئے مہمان شیخ ابوزید ضمیر/حفظہ اللہ نے ''بگاڑ کے اسباب وعلاج'' پر مدلل روشنی ڈالی۔

۱۲/اپریل ۲۰۲۶ء حج تربیتی پروگرام جامع مسجد اہل حدیث سنگرام پورہ، سورت، گجرات میں شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''حج وعمرہ احکام ومسائل مع عملی مشق'' پیش کیا اور بعد نماز عصر ''ایران کی جنگ اور ہماری ذمہ داریاں'' جیسے اہم موضوع پر خطاب پیش کیا۔

۱۳/اپریل ۲۰۲۶ء جامعہ سلفیہ نورالہدیٰ وکلیہ خدیجہ نیماں کلاں، جھارکھنڈ کے ایک اہم کانفرنس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی سے شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''دینی تعلیم وتربیت میں مدارس کا کردار'' جیسے اہم موضوع پر روشنی ڈالی جبکہ دوسرے روز ۱۴/اپریل کو ''خواتین کا مقام اور ان کی تربیتی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

۱۳/اپریل ۲۰۲۶ء بروز پیر بعد نماز عشاء مسجد اہل حدیث محمدیہ کمہارواڑا مسلم نگر دھاراوی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی/حفظہ اللہ نے خصوصی درس میں شرکت کی اور '' حرمت والے مہینے مفہوم اور تقاضے'' کے موضوع پر تفصیل کے ساتھ خطاب فرمایا۔

۱۷/اپریل ۲۰۲۶ء مسجد ومدرسہ المعہد الاسلامی، سلفی کمپاؤنڈ، سی بلاک، الہاس نگر کے ایک حج تربیتی کیمپ میں شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''حج کے احکام ومسائل اور عملی مشق'' پیش کیا۔

۱۸/اپریل ۲۰۲۶ء کو امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ نے جمعیت اہل حدیث ضلع دکشن کنڑا کے زیر اہتمام دوروزہ اہل حدیث کانفرنس منگلور میں شرکت کی۔ ''میدان عمل میں مسلمانوں کا باہمی تعاون وتفاہم: ضرورت، حدود اور تقاضے'' اس انتہائی اہم موضوع پر خطاب کیا جو صوبائی جمعیت کے یوٹیوب چینل پر بھی موجود ہے۔

۲۵/اپریل ۲۰۲۶ء مسجد فیض عام، کوسہ، ممبرا میں شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے ''اصلاح الصلاۃ (مع عملی مشق)'' پیش کیا جس سے وہاں کے مصلیان وعوام الناس مستفید ہوئے۔

۲۶/اپریل ۲۰۲۶ء مسجد توحید الوے، نوی ممبئی کے ایک اہم اجلاس میں شرکت کی اور ''اخلاق ایمان کا آئینہ'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

۲/مئی ۲۰۲۶ء کو جامعہ محمدیہ مہسلہ کوکن کے سالانہ پروگرام میں امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ شریک نہیں ہوسکے، دکتور سفیان قاضی صاحب نے آپ کے تاثرات وپیغامات کو پڑھ کر سنایا۔

۹/مئی ۲۰۲۶ء کو ممبرا میں الصفہ فاونڈیشن کے زیر اہتمام امیر محترم نے خطاب کیا، ''دین پر ثابت قدمی کے وسائل'' اس عنوان کے تحت ایمان افروز خطاب کیا جسے صوبائی جمعیت کے یوٹیوب چینل پر دیکھا اور سنا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ ماہ رمضان المبارک کی مناسبت سے رمضان کے فضائل ومسائل کے چھوٹے چھوٹے ویڈیوز دکتور عبدالحمید ظفر/حفظہ اللہ اور صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ناظم شیخ عبدالرشید سلفی/حفظہ اللہ کے جمعیت کی سوشل سائٹس پر نشر کیے گئے جس سے سوشل میڈیا کی دنیا نے استفادہ کیا۔ اسی کے ساتھ

شیخ ابوالمیز ان رحمانی رحفظہ اللہ کا ''فیضان رمضان'' کے نام سے ایک آڈیو سیریز سوشل میڈیا کے سائٹس پر نشر کیا گیا جسے سوشل میڈیا کے عوام نے پسند فرمایا اور مستفید ہوئے۔

اس کے علاوہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیرِ سرپرستی ممبئی کے مختلف مساجد میں اہم کتابوں کے ہفتہ واری اور پندرہ روزہ دروس جاری و ساری ہیں۔ جیسے: ''کتاب التوحید'' مسجد اہل حدیث دارالہدیٰ ساکی ناکہ، ''مسائل الجاہلیۃ'' مسجد اہل حدیث کا پڑیا نگر کرلا، ''شرح السنۃ'' مسجد حسن کوسہ ممبرا، ''سلف صالحین کے اقوال'' مسجد اہل حدیث مومن پورہ، خصوصی درس مسجد اہل حدیث سیلیش نگر، ممبرا، وغیرہ۔

* * *

### ائمہ ودعاۃ کی فکری وتربیتی مجلس کی جامع رپورٹ:

ضلعی جمعیت اہل حدیث رتناگری کی زیرِ سرپرستی اور مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ سونس، کھیڈ کے زیرِ اہتمام، مورخہ ۵ر اپریل ۲۰۲۶ء بروز اتوار، بعد نماز ظہر، بمقام بیت السلام کمپلیکس، مہاڈ ناکہ (کھیڈ) میں ائمہ و دعاۃ کے لیے ایک عظیم الشان ''فکری، منہجی اور تربیتی مجلس'' کا انعقاد کیا گیا۔ اس پروقار اور پرمغز علمی نشست کا بنیادی مقصد علمائے کرام اور ائمہِ مساجد کو ان کی عظیم دعوتی ذمہ داریوں کا احساس دلانا اور دورِ حاضر کے ہمہ گیر فتنوں کے سدِباب کے لیے مؤثر لائحہ عمل مرتب کرنا تھا۔ مجلس میں معروف عالمِ دین فضیلۃ الشیخ ابو زید ضمیر رحفظہ اللہ نے نہایت بصیرت افروز اور فکری خطاب پیش کیا۔

اس بابرکت مجلس کا باقاعدہ آغاز فضیلۃ الشیخ عبدالودود عمری حفظہ اللہ (امام وخطیب جامع مسجد اہل حدیث، ملت نگر، چپلون) کی تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا۔

بعد ازاں شیخ الطاف الرحمٰن سلفی حفظہ اللہ نے نہایت بصیرت افروز تمہیدی کلمات پیش کیے۔ انھوں نے اس نوعیت کی فکری وتربیتی مجالس کے بنیادی مقاصد کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ ان کا اصل ہدف ائمہ و دعاۃ کو ان کی عظیم ذمہ داری کا احساس دلانا اور امت کی رہنمائی کے صحیح مناہج وطرق سے روشناس کرانا ہے۔

تمہیدی کلمات کے بعد مجلس کے معزز مہمان اور خطیب فضیلۃ الشیخ ابو زید ضمیر رحفظہ اللہ کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ شیخ محترم نے اپنے خطاب کا آغاز نبی کریم ﷺ کی اس مشہور حدیث سے کیا:

''بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا''۔

شیخ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے واضح کیا کہ ہم فتنوں کے دور سے گزر رہے ہیں، جہاں انسان دنیا کے حقیر فائدے کے لیے اپنا دین فروخت کر دے گا۔ ایسے تاریک حالات میں ایک عالمِ دین ہی وہ ہستی ہے جو اللہ کی آیات، دلائل اور حجتوں کی روشنی میں حق و باطل کے درمیان تمیز کر سکتا ہے۔

علماء اور دعاۃ کی معاشی فکر اور دنیاوی لالچ کے حوالے سے شیخ نے نہایت فکر انگیز گفتگو کی۔ انھوں نے واضح کیا کہ ہماری زندگی کا اصل ہدف دعوتِ دین اور اصلاحِ معاشرہ ہے، محض دنیاوی خواہشات اور تنخواہوں کی تکمیل نہیں۔

اس ضمن میں انھوں نے دو عظیم الشان مثالیں پیش کیں:

❶ جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو چٹائی پر لیٹے دیکھا جس سے آپ ﷺ کے جسمِ مبارک پر نشان پڑ گئے تھے، تو وہ رو پڑے اور عرض کی کہ قیصر و کسریٰ عیش وعشرت میں ہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہو کر اس حال میں ہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت۔

❷ اصحابِ صفہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ بھوک کی شدت سے غش کھا کر گر پڑتے تھے، مگر علمِ حدیث کے حصول اور خدمتِ دین کے لیے ڈٹے رہے۔

شیخ نے ان واقعات کی روشنی میں دعاۃ کو نصیحت کی کہ وہ اپنی دعوتی سرگرمیوں کو محض تنخواہ یا مادی مفادات کے تابع نہ کریں۔

خطاب کے اہم ترین حصے میں داخل ہوتے ہوئے شیخ محترم نے ان بے شمار اور ہمہ گیر فتنوں کی نشاندہی کی جو مسلم معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ ان جدید فتنوں سے امت کو بچانا علمائے کرام کی اولین ذمہ داری ہے۔آج کے نمایاں فتنوں کی فہرست درج ذیل ہے:

❶ **الحاد، دین بیزاری اور انکارِ حدیث:** جدید تعلیم یافتہ طبقے میں دین سے بیزاری، نفسانیت اور عقلیت پرستی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ لوگ اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر ذخیرۂ احادیث کو متنازع بنا کر اس کا انکار کر رہے ہیں، اور علمائے محدثین پر سے عوام کا اعتماد اٹھانے کی مذموم کوششیں کی جا رہی ہیں۔ بعض نام نہاد مفکرین (جیسے جاوید غامدی وغیرہ) اس گمراہی کو مسلسل ہوا دے رہے ہیں۔

❷ **خارجیت، تکفیری سوچ اور سیاسی فتنے:** امت میں ایسا اخوانی اور سروری طبقہ موجود ہے جو سیاسی حالات کو بنیاد بنا کر حکمرانوں اور علمائے کرام کی تکفیر کرتا ہے، جس سے امت میں انتشار اور بغاوت جنم لیتی ہے۔

❸ **نام نہاد 'مسلم' شناخت اور جماعت المسلمین کا فتنہ:** کچھ افراد مسلکی وابستگی اور درست عقیدے کو بالائے طاق رکھ کر سب کو ایک ساتھ ملانے کی گمراہ کن سوچ پر کاربند ہیں۔ یہ خود کو محض ''مسلم'' کہلواتے ہیں، لیکن اس کی آڑ میں سلفِ صالحین کے فہم کو ترک کر کے قرآنی آیات اور اللہ کے اسماء وصفات کی من مانی تاویلات اور تحریفات کرتے ہیں۔

❹ **عقلانیت، سائنس سے مرعوبیت اور نظریۂ ارتقاء:** نصوصِ شرعیہ پر عقل کو مقدم رکھنے کا فتنہ عروج پر ہے۔ مغرب اور سائنس سے مرعوب ہو کر بعض لوگ قرآنی حقائق کو سائنس کے تابع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، یہاں تک کہ وہ ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کو بھی اسلام کے ساتھ ہم آہنگ ثابت کرنے کی باطل کوششوں میں مصروف ہیں۔

❺ **تصوف اور قبر پرستی کا فتنہ:** روحانی سکون کی تلاش میں امت کا ایک بڑا طبقہ قرآن وسنت کو چھوڑ کر تصوف اور گمراہ کن صوفیانہ وقبوری افکار کی طرف راغب ہو رہا ہے۔

❻ **تقلیدِ جامد اور مسلکی تعصب:** کتاب وسنت کی واضح دلیل کے بجائے اندھی تقلید اور تعصب پر اصرار کیا جا رہا ہے۔ شیخ نے واضح کیا کہ سلفی منہج کسی خاص مذہب یا شخصیت کی اندھی تقلید کا نام نہیں، بلکہ کتاب وسنت کی غیر مشروط اتباع کا نام ہے۔

❼ **نفسانیت، عصری فتنے اور ارتداد کا بڑھتا رجحان:** نوجوان نسل، بالخصوص مسلم بچیوں میں ارتداد کا بڑھتا ہوا رجحان انتہائی تشویشناک ہے۔ مقرر نے اس کی بنیادی وجوہات میں خاندانی نظام کی تباہی، گھریلو جھگڑوں اور دینی تربیت کے فقدان کو نمایاں قرار دیا۔

❽ **رفض وتشیع کا نیا روپ:** بعض افراد اہلِ بیت کی محبت کی آڑ لے کر صحابۂ کرام (خصوصاً سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم) کی شان میں گستاخیاں کر کے تشیع کے افکار پھیلا رہے ہیں۔

❾ **جدید قادیانیت کا فتنہ:** معاشرے میں مہدویت اور عیسویت کے جھوٹے دعویدار (جیسے شکیل بن حنیف) سر اٹھا رہے ہیں، جو کم علم مسلمانوں کو دجال اور علاماتِ قیامت کے حوالے سے گمراہ کر رہے ہیں۔

❿ **دہشت گردی کے جھوٹے الزامات:** مسلمانوں اور مساجد پر دہشت گردی کا لیبل لگا کر انہیں عالمی سطح پر بدنام کرنے کا فتنہ بھی زوروں پر ہے۔

شیخ محترم نے اس بات پر خصوصی زور دیا کہ علماء کو ان تمام جدید باطل افکار کا گہرا اور تحقیقی مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ وہ دلائل کی روشنی میں ان کا مدلل، علمی اور فکری رد کر سکیں۔

خطاب کے آخری حصے میں، مساجد کے ائمہ اور خطباء کو ان کی عملی خامیوں کی اصلاح اور دعوتی معیار بلند کرنے کے لیے نہایت قیمتی ہدایات دی گئیں۔ شیخ نے متوجہ کیا کہ منبرِ رسول کی نیابت ایک عظیم امانت ہے، لہٰذا اس کے درج ذیل تقاضے پورے کیے جائیں:

* **اخلاص اور بے نیازی:** علماء چونکہ عوام کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ہوتے ہیں، اس لیے ان کا مقصد محض تنخواہوں اور مراعات کا حصول نہیں ہونا چاہیے۔ شیخ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ پیش کیا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھریلو حالت اور جسمِ اطہر پر چٹائی کے نشانات دیکھ کر رو پڑے تھے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دنیا ان کے لیے اور آخرت ہمارے لیے ہے۔ دعوت کا کام دنیاوی لالچ سے بالاتر ہو کر کیا جانا چاہیے۔

* **خطبات کی منظم تیاری:** منبر پر بغیر تیاری کے جانے، محض ٹائم پاس کرنے، اور موضوع سے ہٹ کر اِدھر اُدھر کی بے ربط باتیں کرنے سے سختی سے گریز کیا جائے۔ جمعہ کے خطبے اور دروس کیلئے پورا ہفتہ مطالعہ کرنا چاہیے۔ جدید دور میں (ChatGPT) جیسے مصنوعی ذہانت کے ذرائع پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کرنا علمی خیانت ہے۔ خطیب حضرات باقاعدہ نوٹس تیار کر کے لے جائیں تاکہ عوام کے سامنے موضوع کے اعتبار سے واضح اور ٹھوس گفتگو پیش کی جا سکے۔

* **طرزِ خطابت اور سنجیدگی:** خطیب کو چاہیے کہ وہ غیر فطری انداز میں چیخنے چلانے اور بلاوجہ شور مچانے سے گریز کرے کیونکہ پڑھا لکھا طبقہ اس طرزِ عمل سے متنفر ہوتا ہے۔ مائیک کا درست استعمال اور گفتگو میں متانت و سنجیدگی انتہائی ضروری ہے۔ بات نہایت آسان اور سلیس پیرائے میں کی جائے تاکہ عوام الناس تک دین کا پیغام سہولت سے پہنچے۔

* **منہجِ سلف کی قدردانی:** سلفیت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ دعاۃ کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ انہوں نے اس منہجِ حق کی ترویج کیلئے کیا قربانیاں دی ہیں؟ لہٰذا ائمہ کرام اپنے ایک ایک منٹ کو دین کی خدمت اور باطل کے رد میں صرف کرنے کا عہد کریں۔

اس روح پرور، تربیتی و فکری مجلس کا حاصلِ کلام یہ تھا کہ ائمہ اور دعاۃ دنیاوی لالچ، سستی اور بے عملی کو ترک کر کے سلفِ صالحین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے "امامت فی الدین" کے منصب سے انصاف کریں۔

مجلس کا اختتام اس پرخلوص دعا پر ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام علمائے کرام کو حق پر ثابت قدم رکھے، باطل فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے اور اخلاص کے ساتھ دینِ مبین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ان کے ذریعے امتِ مسلمہ کی صحیح سمت میں رہنمائی فرمائے۔ آمین

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
May - June 2026

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمداللہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- علماء وائمہ کے لئے سالانہ دورہ تدریبیہ
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈبل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- مجلہ الجماعہ کی اشاعت۔
- کتابوں کی مفت تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون اور آسمانی وزمینی آفات پر بھرپور مدد۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً



SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com